ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

46

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
32واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

20تا26 جمادی الاولیٰ 1445ھ/5 تا 11 دسمبر 2023ء

مسلمانوں کے زوال کو عروج میں کیسے بدلا جا سکتا ہے؟

امام مالک ؒ نے فرمایا تھا: ”جس چیز نے اس امت کے پہلے حصے کے زوال کو عروج میں بدلا تھا، اسی چیز سے آخری امت کے زوال کو بھی عروج میں بدلا جا سکتا ہے۔ تو وہ کیا چیز تھی جس سے امت کے پہلے حصے کو عروج ملا، وہ قرآن تھا۔ قرآن کے ساتھ تعلق، قرآن کا فہم، قرآن پر عمل اور قرآن کو اپنا دستور اور منشور بنانا۔ یہ چیز تھی جس نے عرب کے بدوؤں کو اور عرب کے چرواہوں کو زمانے کا امام بنا دیا۔“

مولانا ابوالکلام آزاد ؒ نے 1915ء میں کہا تھا: ”اگر کوئی شخص زوال امت کا علاج دریافت کرے اور وہ کہے کہ صرف ایک ہی جملے میں امت کے زوال کا علاج بیان کیا جائے تو میں یہ کہوں گا کہ امت کے زوال کا علاج یہ ہے کہ قرآنی معارف بیان کرنے والے مرشدین اور صادقین پیدا کیے جائیں تو اس امت کے زوال کو عروج میں بدلا جا سکتا ہے۔“

حضرت عمر فاروق ؓ نے ایک موقع پر صحابہ کرام ؓ سے فرمایا تھا: ”ہم عرب دنیا کی سب سے ذلیل قوم تھے۔ ہمیں نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا تھا۔ لیکن ہمیں عزت ملی، عروج ملا، کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی بنیاد پر۔ اگر ہم دوسری چیزوں میں عروج اور کمال تلاش کریں گے تو پھر ہم دوبارہ ذلیل ہو کر رہ جائیں گے۔“

شیخ الہند مولانا محمود حسن ؒ جب مالٹا سے رہا ہو کر تشریف لائے تو انہوں نے فرمایا: ”میں نے جیل کی تنہائیوں میں مسلمانوں کے زوال اور پستی پر غور کیا تو دو سبب معلوم ہوئے، ایک ان کا قرآن کو چھوڑ دینا، دوسرے ان کے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی۔ فرمایا میں جیل سے عزم کر کے آیا ہوں کہ حتی الامکان قرآنی تعلیمات کو عام کرنے کی کوشش کروں گا۔ بچوں کے لیے مکاتب قائم کروں گا اور بڑوں کے لیے درس قرآن کے حلقے قائم کروں گا۔“

مولانا محمد اسلم شیخوپوری ؒ

اس شمارے میں

...... ہاں باقی وہ رہ جائے گا

عالمی اور قومی منظرنامہ اور تنظیم اسلامی کا مؤقف

اخوت کا بیاں ہو جا، محبت کی ......

حقیقت فتنۂ دجال (6)

وہ کافر مسلماں ہو گیا......

نصائح لقمان حکیم ؒ

مہلت دینا اللہ تعالیٰ کا فضل ہے

سُورۃُ النَّمل | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 71 تا 73

وَ یَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿٧١﴾ قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ رَدِفَ لَکُمۡ بَعۡضُ
الَّذِیۡ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿٧٢﴾ وَ اِنَّ رَبَّکَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿٧٣﴾

آیت ۷۱: ﴿وَیَقُوۡلُوۡنَ مَتٰی ہٰذَا الۡوَعۡدُ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿٧١﴾﴾ ”اور وہ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب پورا ہوگا‘ اگر آپ سچے ہیں؟“

یعنی آپ ہمیں مسلسل دھمکیاں دیے جا رہے ہیں کہ اگر ہم آپ کی اطاعت نہیں کریں گے تو ہم پر عذاب آجائے گا۔ چنانچہ اگر آپ اپنے اس دعوے میں سچے ہیں تو ذرا یہ بھی بتا دیں کہ وہ عذاب کب آئے گا؟

آیت ۷۲: ﴿قُلۡ عَسٰۤی اَنۡ یَّکُوۡنَ رَدِفَ لَکُمۡ بَعۡضُ الَّذِیۡ تَسۡتَعۡجِلُوۡنَ ﴿٧٢﴾﴾ ”آپؐ کہہ دیجیے کہ ہوسکتا ہے جس چیز کی تم لوگ جلدی مچا رہے ہو اُس کا کچھ حصّہ تمہارے قریب ہی آ لگا ہو۔“

”رَدِفَ“ کے معنی گھوڑے پر دوسری سواری کے طور پر سوار ہونے کے ہیں۔ اس طرح پچھلا سوار اپنے آگے والے کی پیٹھ کے ساتھ جڑ کر بیٹھنے کی وجہ سے ”ردیف“ کہلاتا ہے۔ اس اعتبار سے آیت کا مفہوم یہ ہے کہ تم جس عذاب کے بارے میں بے صبری سے بار بار پوچھ رہے ہو وہ اب تمہاری پیٹھ کے ساتھ آ لگا ہے‘ بس اب تمہاری شامت آنے ہی والی ہے۔ ان الفاظ میں غالباً غزوۂ بدر کی طرف اشارہ ہے جس میں مشرکینِ مکّہ کو عذابِ الٰہی کی پہلی قسط ملنے والی تھی۔

آیت ۷۳: ﴿وَاِنَّ رَبَّکَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ﴾ ”اور یقیناً آپؐ کا رب بڑے فضل والا ہے لوگوں کے حق میں“

یعنی ابھی تک اگر تم لوگوں پر عذاب نہیں آیا تو یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی کا مظہر ہے۔ اس لیے کہ وہ لوگوں کے ساتھ بہت فضل اور کرم کا معاملہ کرتا ہے۔

﴿وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿٧٣﴾﴾ ”لیکن ان کی اکثریت شکر نہیں کرتی۔“

درس حدیث

دخول جنت کا ذریعہ بننے والے اعمال

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ أَنَّ أَعْرَابِيًّا جَاءَ إِلَى رَسُولِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم: دُلَّنِي عَلَى عَمَلٍ إِذَا عَمِلْتُهُ دَخَلْتُ الْجَنَّةَ۔ قَالَ: ((تَعْبُدُ اللّٰهَ لَا تُشْرِكُ بِهِ شَيْئًا وَتُقِيمُ الصَّلَاةَ الْمَكْتُوبَةَ وَتُؤَدِّي الزَّكَاةَ الْمَفْرُوضَةَ وَتَصُومُ رَمَضَانَ)) قَالَ: وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا أَزِيدُ عَلَى هَذَا شَيْئًا أَبَدًا وَلَا أَنْقُصُ مِنْهُ: فَلَمَّا وَلَّى قَالَ النَّبِيُّ صلی اللہ علیہ وسلم: ((مَنْ سَرَّهُ أَنْ يَنْظُرَ إِلَى رَجُلٍ مِنْ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَلْيَنْظُرْ إِلَى هَذَا)) (صحیح بخاری)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ”یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے کہ جس کے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اللہ کی عبادت کرو، کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ، فرض نماز پڑھو، فرض زکوٰۃ ادا کرو اور رمضان کے روزے رکھو۔“ یہ سن کر دیہاتی نے کہا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں نہ تو اس پر کچھ زیادہ کروں گا اور نہ اس میں سے کچھ کم کروں گا، جب وہ دیہاتی چلا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو آدمی کسی جنتی آدمی کو دیکھنے کی سعادت اور مسرت حاصل کرنا چاہے وہ اس آدمی کو دیکھ لے۔“

ہفت روزہ
لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
20 تا 26 جمادی الاولیٰ 1445ھ جلد 32
5 تا 11 دسمبر 2023ء شمارہ 46
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور
مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org
قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

......ہاں باقی وہ رہ جائے گا

جماعت کی تعریف شاید اس سے بہتر ممکن نہ ہو کہ یکساں ہدف رکھنے والے ہم مقصد افراد کا ایسا گروہ جو کسی ایک نظم سے منسلک ہو۔ یہ نظم جماعت کے دستور کے تحت قائم ہوتا ہے، اور تمام وابستگان جماعت اپنی ذمہ داری اس دستور کے مطابق ادا کرتے ہیں۔ وہ دستور ہی کے حوالے سے نظم بالا کو جوابدہ ہوتے ہیں اور اُن سب کی اصل وفاداری جماعت کے دستور کے ساتھ ہوتی ہے۔ جماعت کا سربراہ بھی دستور کا پابند ہوتا ہے۔ آج کے دور میں دنیا بھر میں جماعت سازی کا یہی چلن ہے۔ آج دنیا میں حصول قوت و اقتدار کے لیے سیاسی داؤ پیچ جو حیثیت اختیار کر گئے ہیں، اُن کی بنا پر بھی ایک کامیاب سیاست دان بننے کے لیے کسی باقاعدہ سیاسی جماعت سے منسلک ہونا ناگزیر ہے۔ دنیا کے اکثریتی حصہ میں چونکہ سیکولرازم ایک نظام کی حیثیت سے تسلط حاصل کر چکا ہے، اس ماحول اور پس منظر میں مذہب اور ریاست بہتے دریا کے دو کناروں کی طرح ہیں، جو کبھی مل نہ سکیں گے۔ لہٰذا آج کسی سیاسی کارکن کے دو ہی بڑے مقاصد ہو سکتے ہیں: اولاً ملک و قوم کی خدمت کی جائے اور اس کی تعمیر و ترقی میں حصہ ڈالا جائے۔ دوسرا اقتدار یا سیاسی قوت کے بل بوتے پر ذاتی مفادات کی تکمیل کی جائے۔

سیاسی جماعتوں کے وجود کے حوالہ سے برصغیر یورپ سے بہت پیچھے ہے۔ یہاں مغل حکمرانوں کا خاتمہ ہوا تو سات سمندر پار سے گورے آ گئے۔ 1857ء تک اہل ہندوستان آزادی حاصل کرنے کے لیے عسکری جدوجہد کرتے رہے، لیکن باہمی چپقلش کی وجہ سے ناکام ہو گئے۔ بعد ازاں مسلمانوں میں سے روایتی مذہبی طبقہ تو اسی راستہ پر گامزن رہا، لیکن ہندو اور عام مسلمان نے آزادی کے لیے سیاسی راستہ اختیار کیا۔ 1885ء میں ہندوؤں نے کانگریس کے نام سے سیاسی جماعت بنائی اور 1906ء میں مسلمانوں نے مسلم لیگ کے نام سے سیاسی جدوجہد کے لیے جماعت تشکیل دی۔ کانگریس اور مسلم لیگ دونوں کی تاریخ کا جائزہ لیں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ دونوں کا مطمحِ نظر انگریز سے آزادی کا حصول تھا، لیکن مسلم لیگ انگریزوں سے آزادی حاصل کرنے کے ساتھ ہندوستان کو تقسیم کر کے مسلمانوں کے لیے علیحدہ وطن حاصل کرنے کی جدوجہد بھی کرتی رہی، جس سے کانگریس اور مسلم لیگ میں ایک فرق واقع ہو گیا۔ کانگریس صرف یہ چاہتی تھی کہ انگریز ہندوستان سے رخصت ہو جائے۔ انگریز نے ہندوستان سے اپنی رخصتی کو اصولی طور پر قبول بھی کر لیا تھا۔ لہٰذا اختلاف صرف وقت اور رخصتی کے انداز کا تھا۔ یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ ہندوؤں کو کانگریس کو ایک سیاسی جماعت کی حیثیت سے مضبوط بنیادیں فراہم کرنے اور تنظیم سازی کے لیے مناسب وقت مل گیا۔ جب کہ مسلم لیگ کو پاکستان بنانے کے لیے ایک زوردار تحریک چلانا پڑی، لہٰذا تنظیم سازی کا نہ وقت تھا نہ موقع۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کے مسلمانوں نے چونکہ مذہب کی بنیاد پر الگ وطن کا مطالبہ کیا تھا، لوگوں کو پاکستان کا مطلب لا الٰہ الا اللہ بتایا گیا تھا، لہٰذا اس تحریک کو مذہبی جذبات کی بنیاد پر ہی آگے بڑھایا گیا۔

ہم قارئین خصوصاً تنظیم اسلامی کے رفقاء کی خدمت میں اصلاً یہ عرض کرنا چاہ رہے ہیں کہ پاکستان کی گھٹی میں جذباتیت ہے۔ اس کی تعمیراتی فزیالوجی میں جذباتیت ہے۔ لہٰذا قیام پاکستان کے بعد جتنی بھی نئی سیاسی اور مذہبی جماعتیں قائم ہوئیں، اُن میں لیڈر حضرات نے جذبات کو فوکس کیا مثلاً مذہبی جماعتوں نے اپنے اپنے مسلک کی دُہائی دی، مسلکی جذبات کو بھڑکایا اور مسلک کی بنیاد پر الگ جماعت بنا لی۔ جمعیت علمائے اسلام، جمعیت علمائے پاکستان، جمعیت اہل حدیث، اہل تشیع کی جماعت تحریک جعفریہ وغیرہ۔ سیاسی جماعتوں نے جو حقیقت میں سب سیکولر جماعتیں ہیں، بنیادی انسانی ضروریات کی تکمیل کا لالچ دیا۔ مثلاً کسی نے روٹی، کپڑا اور مکان کا نعرہ بلند کر کے اور کسی نے لسانی اور علاقائی تعصب کو ہوا دے کر جذبات کو بھڑکایا اور ہم زبانوں یا علاقہ پرستوں (جنہیں قوم پرست کہا جاتا ہے) کو اپنے گرد اکٹھا کر کے جماعت بنالی۔ گویا صورت حال یہ بنی کہ سندھ کے کراچی اور حیدرآباد جیسے بڑے شہروں میں آسانی سے لسانی بنیادوں پر جماعت بن گئی۔ اسی طرح مذہبی جماعتوں میں شیعہ حضرات کو تحریک نفاذ جعفریہ کی اور اہل حدیث حضرات کو جمعیت اہل حدیث کی دعوت دینا اور دعوت قبول کرنا کتنا آسان ہے۔ ہم پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ پاکستان میں کسی بھی نوع کی عصبیت کی پکار لگا کر جماعت بنانا بھی آسان، چلانا اور قائم رکھنا بھی آسان ہے۔

تنظیم اسلامی کے رفقاء سے ہمارا ٹریلین ڈالر کا سوال یہ ہے کہ وہ کس عصبیت کی صدا لگائیں گے؟ وہ کس طرح کے جذبات کو مہمیز لگائیں گے؟ ہم نے جو آغاز میں جماعت کی تعریف بیان کرنے کی کوشش کی ہے اس میں صرف پہلے جملے کا ابتدائی جُز تنظیم اسلامی پر صادق آتا ہے۔ یعنی یکساں ہدف رکھنے والے ہم مقصد افراد جو ایک نظم سے منسلک ہیں۔ اس کے بعد پاکستان کی تمام دوسری سیاسی اور مذہبی جماعتوں سے تعمیری اور عملی اختلاف شروع ہو جاتا ہے۔ تنظیم اسلامی دستوری نہیں بلکہ شخصی بیعت کی بنیاد پر قائم ہے، جس کا بنیادی فلسفہ یا اصول یہ ہے کہ جس شخص کے ہاتھ پر بیعت کی جا رہی ہے اُس کے ہر حکم کی بلاچوں وچراں پابندی کرنا ہوگی، بشرطیکہ حکم شریعت کے دائرے کے اندر ہو۔

تنظیم اسلامی نے اپنا اصل اور حقیقی ہدف رضائے الٰہی کو ٹھہرایا ہے اور اُس کا موقف یہ ہے کہ اپنے ہدف کے حصول کے لیے نظریۂ پاکستان کو عملی تعبیر دینا لازم ہے، بلکہ تقسیم سے قبل کے نعرے میں قیام پاکستان کے بعد ''محمد رسول اللہ'' کا اضافہ لازم ہے، ناگزیر ہے۔ شریعت محمدیہ ﷺ کا نفاذ نہیں ہوگا تو بات محض جذباتیت تک محدود ہو کر رہ جائے گی اور نعرے لگاتے لگاتے جذبات بھی بالآخر سرد پڑ جائیں گے۔ اگرچہ پاکستان کی تمام مذہبی جماعتیں نعرہ تو نفاذِ اسلام کا ہی لگاتی ہیں، لیکن جب وہ اپنے مخصوص خول سے، مخصوص لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے لگاتی ہیں تو ہم مسلک لوگ اصل دعوت کو سمجھ لیتے ہیں۔ لہٰذا وہی لپکتے ہیں جنہیں حقیقت میں پکارا جاتا ہے۔ تنظیم اسلامی نے خود کو کسی خاص مسلک سے نتھی ہی نہیں کیا ہوا، لہٰذا اُسے مسلک محمدی ﷺ کی صدا لگانی ہے (جس کے لیے صحیح تر اصطلاح شریعت محمدی ﷺ ہے) اور تمام مسلمانوں کو دعوت دینی ہے۔ شریعت محمدی ﷺ کے مطابق تمام زمین اللہ کی ہے اور مسلمان کے لیے مسجد کی حیثیت رکھتی ہے، الہٰذا کسی زمینی عصبیت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اسی لئے فرمایا کہ کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر برتری حاصل نہیں۔ کسی گورے کو کالے پر، کالے کو گورے پر اور کسی کالے پر فوقیت نہیں۔ گویا رنگ، نسل اور زبان یا کسی بھی نوع کی عصبیت کی پکار نہیں لگائی جا سکتی۔

پھر یہ کہ سیکولر سیاسی جماعتوں کی طرح دنیوی ساز وسامان اور عہدوں وغیرہ کا لالچ کا کوئی سوال ہی نہیں۔ اس لئے کہ ہر شخص یہ بات جانتا ہے کہ انتخابات میں حصہ لینے پر بھی تنظیم نے خود پر پابندی لگا رکھی ہے۔ لہٰذا خالصتاً نفاذ دین کے لیے کسی جماعت سے منسلک ہونے کی دعوت دینا اور لوگوں کو اپنے ساتھ جمع کر کے بڑی جماعت بنا لینا دنیا کا مشکل ترین کام ہے، اگرچہ نا ممکن نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ 25 کروڑ میں سے چند ہزار افراد کو اللہ نے یہ توفیق بخشی ہے کہ وہ تنظیم اسلامی کے رفقاء اور رفیقات کہلاتے اور کہلاتی ہیں۔ لیکن اس حقیقت کا بھی اعتراف کرنا چاہیے کہ مشکلات کی وجہ سے knocking ہو رہی ہے۔ ایک ہچکچاہٹ اور تذبذب کی بہر حال کیفیت موجود ہے۔ ہماری رائے میں اس حوالہ سے مختلف لوگوں کی مختلف وجوہات ہیں۔ اگر رفقاء بُرا نہ مانیں تو ہم اس knocking کو مرض کا نام دیں گے اور ساتھ ساتھ علاج تجویز کرنے کی کوشش کریں گے۔ مثلاً بعض ساتھی جو بڑے پُرعزم طریقے سے تنظیم میں شامل ہوئے۔ انہوں نے اقامت دین (یعنی دین کو عملاً قائم کر دینے) کو دینی اور شرعی فریضہ سمجھ لیا۔ حالانکہ ایک رفیق پر اقامت دین کی جدوجہد لازم ہے، اسلام کا بالفعل نفاذ کرنا اس کی ذمہ داری نہیں۔ ایسا رفیق جب زمینی حقائق پر نگاہ ڈالتا ہے اور حالات کی ناموافقت اس کے سامنے آتی ہے تو تذبذب کا شکار ہو جاتا ہے۔ نیتجتاً یا تو سست روی کا شکار ہو جاتا ہے یا جلد بازی کا مظاہرہ کر کے انقلاب کے دنیوی ہدف کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کی فکر کرنے لگتا ہے اور نتائج سے مایوسی کا اظہار کرتا رہتا ہے۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ اُسے اس بات کو ذہنی اور قلبی طور پر سمجھنا چاہیے کہ میری ذمہ داری تو دین قائم کرنے کے لیے سرتوڑ جدوجہد کرنا ہے، مجھے تن من دھن لگانا ہے، لیکن میرا اصلی ہدف رضائے الٰہی ہے اور کیا اللہ اپنی راہ میں مخلصانہ جدوجہد کو رد کرے گا۔ سورۂ محمد کے آیت نمبر 7 کا مطالعہ کریں، وہ تو

اسے یعنی اللہ کے دین کو قائم کرنے کی کوشش کو اپنی مدد قرار دیتا ہے۔ کیا وہ اپنی مدد کرنے والوں کو بھلا دے گا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ گویا کامیابی کا امکان صد فی صد ہے تو تذبذب کیسا؟ معاشرے میں انقلاب آتا ہے یا نہیں آتا، یہ کسی انسان کے بس کی بات نہیں۔ قطعی اور حقیقی اختیار صرف اللہ کا ہے۔ آپ اپنا کام کریں، لوگوں کو اقامت دین کی جدوجہد کے لیے جمع ہونے اور نظم سے جُڑنے کی دعوت دیں اور دیتے چلے جائیں، دیتے چلے جائیں کہ یہی آپ کا فرض منصبی ہے۔

ایسے ہی لوگوں کے لئے تو علامہ اقبال نے کہا تھا۔

اس دور میں سب مٹ جائیں گے، ہاں باقی وہ رہ جائے گا
جو قائم اپنی راہ پہ ہے اور پکا اپنی ہٹ کا ہے

ضرورت اپنی راہ پر قائم رہنے کی اور ہٹ کا پکا ہونے کی ہے۔ لیکن یاد رکھیے، یہ اللہ کی مدد کے بغیر ممکن نہیں اور اللہ کی مدد کے حصول کے لیے دن کا شہسوار رہنے کے ساتھ ساتھ رات کا راہب بننا ہوگا۔ شیطانِ لعین سے اللہ کی پناہ حاصل کرنا ہوگی۔ دوسری بہت بڑی رکاوٹ حصولِ رزق کی مشکلات ہیں۔ اپنے اور اہل خانہ کی ضروریات دنیوی کی تکمیل ہے۔ یہ رکاوٹ اور مشکل یوں تو ہر دور میں رہی ہے، لیکن آج بہت گھمبیر اور پیچیدہ ہوگئی ہے۔ اسے آسانی سے نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن اگر انسان یہ طے کرلے کہ وہ کسی تیسرے کام میں اپنا وقت ضائع نہیں کرے گا اور اپنے اوقات کا سختی سے احتساب کرے گا تو ہمارا ایمان ہے اور شاید تجربہ بھی کہ دینی اور تنظیمی امور کی انجام دہی کے لیے وقت نکل ہی آتا ہے اور جسے نہیں نکالنا اُسے پنج وقتہ نماز کے لیے بھی وقت نہیں ملتا۔ ضرورت عزم کی ہے۔ Commitment قلبی، ذہنی اور روحانی ہو تو اللہ آسانیاں پیدا کر دیتا ہے۔ کوئی کام ناممکن نہیں ہوتا، مشکل ضرور ہوتا ہے۔ صرف ہمارا امتحان درکار ہے۔ ﴿وَاُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ﴿۴۴﴾﴾ پر ہمارا یقین ہونا چاہیے۔ رفقاء گرامی! یہ کیسے ممکن ہے کہ آپ اللہ کا کام کریں اور اللہ آپ کا کام نہ کرے۔ ❀❀❀

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(15 تا 22 نومبر 2023ء)

بدھ (15-نومبر) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں شرکت کی۔

جمعہ تا اتوار (17 تا 19 نومبر) سالانہ اجتماع کی صدارت کی۔ اجتماع میں افتتاحی و اختتامی گفتگو فرمائی۔ ''امیر سے ملاقات'' میں رفقاء واحباب کے سوالات کے جوابات دیئے۔ اجتماع کے اختتام پر تنظیم میں شامل ہونے والوں سے بیعت مسنونہ کی اور اجتماعی دعا کروائی۔

پیر (20-نومبر) کو دارالعلوم کورنگی کراچی میں نگران وزیر مذہبی امور اور مفتی تقی عثمانی صاحب سے ملاقات رہی۔ پاکستان و افغانستان صورتحال اور دیگر امور پر بھی گفتگو ہوئی۔

(منگل 21) منگل اور بدھ کی درمیانی شب اہل خانہ کے ساتھ عمرہ ادائیگی کے لیے روانگی ہوئی۔ نائب امیر سے مسلسل آن لائن رابطہ رہا۔

پریس ریلیز 01 دسمبر 2023ء

نگران حکومت بلند بانگ دعووں کے باوجود عوام کو ریلیف فراہم نہ کرسکی

اعجاز لطیف

نگران حکومت بلند بانگ دعووں کے باوجود عوام کو ریلیف فراہم نہ کر سکی۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے قائم مقام امیر اعجاز لطیف نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ عالمی منڈی میں خام تیل کی قیمت میں کمی کے باوجود حکومت نے پیٹرول کی قیمتوں میں کوئی کمی نہیں کی، لہٰذا مہنگائی کا گراف مسلسل بڑھتا چلا جا رہا ہے گویا عوام سے جینے کا حق چھینا جا رہا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حکومت، اشرافیہ اور مقتدرہ کے گٹھ جوڑ نے ملکی معیشت کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے۔ اُنہوں نے چار (4) سرکاری اداروں کو حکومتی سرپرستی سے آزاد کرنے کے فیصلہ پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ نگران حکومت کا یہ مینڈیٹ ہی نہیں کہ وہ ایسی پالیسیاں مرتب کرے جس سے ملک کی معیشت اور سیاست پر دوررس نتائج مرتب ہوں۔ علاوہ ازیں جو سرکاری ادارے نقصان میں جا رہے ہیں اُن کے مستقبل کے بارے میں فیصلہ آئی ایم ایف کی ڈکٹیشن کی بجائے ملکی مفاد میں ہونا چاہیے۔ اُنہوں نے کہا کہ ضرورت اس امر کی ہے کہ پاکستان آئی ایم ایف اور دوسرے عالمی اداروں کے چنگل سے نجات حاصل کر کے مکمل طور پر ایک آزاد ریاست کی حیثیت سے صرف اپنے عوام کے مفادات کا تحفظ کرے۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے فیصلے پر فی الفور عمل درآمد کا آغاز کرتے ہوئے سود کی بنیاد پر کھڑے کیے گئے استحصالی معاشی نظام کو جڑ سے اُکھاڑا جائے۔ اُنہوں نے زور دے کر کہا کہ پاکستان کے معاشی مسائل کا اصل حل یہ ہے کہ ملک میں اسلام کے عادلانہ معاشی نظام کو نافذ کیا جائے تاکہ عوام کے بنیادی مسائل بھی حل ہوں اور ملک ترقی اور خوشحالی کی راہ پر گامزن ہو سکے۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

اپنے ذاتی اوقات میں سے کم از کم نصف گھنٹہ نکال کر
''بیان القرآن'' کے ترجمہ و ترجمانی کا ضرور مطالعہ کریں'
آپ یقیناً مستفید ہوں گے۔ (ان شاء اللہ!)

پاک افغان تعلقات کی بحالی کے لیے افغان حکومت کو تسلیم کیا جائے اور قبائلی علاقوں کی محرومیوں کو دور کیا جائے: خورشید انجم

سابق صدر ایوب خان مرحوم کی کتاب ”فرینڈز ناٹ ماسٹرز“ کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ پاکستان زیادہ تر امریکہ کی ڈکٹیشن پر ہی چلتا رہا ہے: رضاء الحق

غزہ پر اسرائیلی جارحیت کے دوران مجاہدین نے ایسا عزم دکھایا ہے کہ صہیونی دنیا ہل کر رہ گئی ہے: ڈاکٹر انوار علی

میزبان: آصف حمید

عالمی اور قومی منظر نامہ اور تنظیم اسلامی کا موقف کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

سوال: فلسطین میں اسرائیلی جارحیت کو تقریباً چالیس روز ہو چکے ہیں اور شیطانی طاقتیں اسرائیل کو سپورٹ کر رہی ہیں۔ اس ظلم و بہیمیت کا انجام کیا ہوگا؟

رضاء الحق: اس وقت تک کی صورت حال کے مطابق تقریباً 13000 فلسطینی مسلمانوں کو غزہ میں شہید کیا جا چکا ہے جن میں آدھے سے زیادہ بچے، بزرگ اور عورتیں شامل ہیں۔ عالمی میڈیا کے مطابق اسرائیل اب ہسپتالوں پر جنگ مسلط کر رہا ہے اور اس وقت تک تقریباً 8 ہسپتالوں پر بمباری کر چکا ہے اور اس کے نتیجہ میں زیر علاج افراد شہید ہوئے ہیں۔ مغربی میڈیا میں کہا جا رہا ہے کہ 7 اکتوبر سے پہلے اسرائیل ایک پُرامن ریاست تھی اور وہ عرب ممالک کے ساتھ تعلقات بہتر کر رہی تھی۔ حالانکہ اسرائیل کے ماضی کے مظالم ابھی بھولے نہیں ہیں۔ سابق وزیر اعظم ایریل شیرون نے صبرا اور شاتیلا کی بستیوں میں تین راتوں میں تین ہزار بچوں کو شہید کیا۔ پھر 2000ء کے بعد سے 2018ء تک تقریباً دس ہزار فلسطینیوں کو شہید کیا گیا۔ یہ اعداد و شمار بین الاقوامی اداروں کے ہیں۔ اسرائیل کا آغاز ہی غاصبانہ طریقے سے ہوا ہے۔ اس کے لیے سب سے پہلے 1897ء میں عالمی صہیونی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا جس کے بعد یہودیوں کو لا کر فلسطین میں بسانا شروع کیا گیا۔ پھر 1917ء میں بالفور ڈیکلریشن اور 1948ء میں ناجائز ریاست اسرائیل کا قیام عمل آیا۔ 1967ء میں اس کی توسیع کے منصوبے پر عمل درآمد شروع ہو گیا۔ اوسلو معاہدہ، کیمپ ڈیوڈ معاہدہ اور موجودہ ابراہم ایکارڈ جیسے معاہدات کے ذریعے بھی انہوں نے اپنے مقاصد کو حاصل کیا۔

بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ بیان کرتے تھے کہ صہیونیت کے چار بڑے مقاصد ہیں:

(1) آرمیگاڈان: وہ چاہتے ہیں کہ ایک بڑی عالمی جنگ ہو جس کے نتیجے میں (2) گریٹر اسرائیل کا قیام عمل میں آئے۔ (3) مسجد اقصیٰ کو منہدم کرکے اس کی جگہ تھرڈ ٹیمپل تعمیر کرنا۔ (4) تاکہ ان کا مسایاح (مسیح الدجال) آئے اور دنیا پر حکومت کرے۔ کہا جاتا ہے کہ صہیونی ریاست اسرائیل کے حق میں ہیں جبکہ مذہبی یہودی اس

مرتب: محمد رفیق چودھری

ریاست کے حق میں نہیں ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مذہبی یہودی کہتے ہیں کہ ریاست اسرائیل مسیح الدجال کے آنے کے بعد قائم ہونی چاہیے جبکہ صہیونی کہتے ہیں کہ پہلے قائم ہونی چاہیے۔ نیتن یاہو نے اس جنگ کے بارے میں کہا کہ یہ جنگ روشنی کے بچوں کی تاریکی کے بچوں کے ساتھ ہے۔ دو اسرائیلی وزراء نے یہاں تک کہا ہے کہ غزہ پر ایٹم بم مار کر اس کو نیست و نابود کر دیا جائے۔ سابق اسرائیلی وزیر خارجہ آوی گیڈور لائبرمین نے 2015ء میں کہا کہ فلسطینیوں کے سر قلم کر دینے چاہئیں۔ سابق وزیر اعظم نفتالی بینٹ نے 2013ء میں کہا کہ میں نے کئی عربوں کو قتل کیا ہے اور مجھے اس پر کچھ افسوس نہیں۔ پھر اس نے 2019ء میں کہا کہ فلسطینی بچے چھوٹے سانپ ہیں ان کی ماؤں کو بھی قتل کر دو۔ ان کے قومی سلامتی کے وزیر اتمار بن غفیر نے 2020ء میں کہا کہ فلسطینیوں کی بستیوں کا صفایا کر دینا چاہیے۔ ان کا مشہور مذہبی 'دی ربی' جو نیتن یاہو کا مرشد بھی تھا وہ اُسے کہتا تھا کہ جلد سے جلد فلسطینیوں کا صفایا کرو تب ہی مسیحا آسکے گا۔ 2007ء کا اس کا ایک بیان یہ بھی ہے کہ اسرائیل کو ان حیوانوں سے پاک کر دو تاکہ مسیحا جلد آسکے۔ ایک دوسرے مذہبی راہنما مینس فریڈمین نے 2009ء میں بیان دیا کہ فلسطینیوں کے مقدس مقامات کو تباہ کرنا، ان کے مردوں، بچوں، عورتوں اور ہر چیز کو ختم کرنا ہمارا عقیدہ ہے۔ ایک اور معروف ربی اسرائیل ہائیس کہتا ہے کہ فلسطینیوں کے ساتھ کوئی نرمی نہ برتی جائے۔ بہرحال یہ مسجد اقصیٰ کی دوسری پکار ہے۔ 1099ء میں صلیبیوں نے مسجد اقصیٰ پر قبضہ کر لیا تھا جسے 1187ء میں صلاح الدین ایوبیؒ نے چھڑایا تھا۔ 1099ء سے 1187ء تک کی اُمت مسلمہ میں آج ہی کی طرح کے حکمران تھے جو اپنے مسلمانوں کے خلاف صلیبیوں سے معاہدے کر رہے تھے۔ اس دور میں سلجوقوں کے ہاتھ میں ساری قوت تھی اور وہ آگے بڑھ کر حملہ کرنے کے لیے تیار نہیں تھے۔ پھر اللہ نے صلاح الدین ایوبیؒ کو بھیجا جن کی بدولت مسجد اقصیٰ 1917ء تک آزادی رہی۔ اب دوبارہ اس پر یہود کا قبضہ ہے۔ آج ہمیں اپنی تیاری کرنی ہے اور خود کو اس قابل بنانا ہے کہ ہم بالآخر 1187ء کی تاریخ دہرا کر ارضِ فلسطین کو پھر سے آزاد کرا سکیں۔

سوال: قرب قیامت کی احادیث اور موجودہ دور کے حالات میں کچھ relevence نظر آتا ہے؟

ڈاکٹر انوار علی: رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ بھی فرمایا ہے وہ حق و سچ فرمایا ہے۔ حضرت مقداد بن اسود

سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: ''دنیا میں نہ کوئی اینٹ گارے کا بنا ہوا گھر باقی رہے گا نہ کمبلوں کا بنا ہوا خیمہ جس میں اللہ اسلام کو داخل نہیں کر دے گا۔'' (رواہ احمد)

نعمان بن بشیر کی روایت میں رسول اللہ ﷺ نے پانچ ادوار کا ذکر کیا ہے یعنی دورِ نبوت، دورِ خلافت راشدہ، بادشاہت، جبر کی ملوکیت اور نبوت کی طرز پر دوبارہ خلافت شامل ہیں۔ (رواہ احمد)

یہ تو ہونا ہے لیکن کیا یہ اتنی آسانی سے ہو جانا ہے۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ مشرق سے فوجیں نکلیں گی، جو مہدی کی سلطنت جما دیں گی۔'' (ابن ماجہ)

دوسری حدیث میں فرمایا: ''خراسان سے سیاہ جھنڈے نکلیں گے، جنہیں کوئی نہیں روک سکے گا، یہاں تک کہ وہ ایلیاء (بیت المقدس) میں نصب کر دیے جائیں گے۔''

(رواہ الترمذی)

ان احادیث کی روشنی میں بانیٔ تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ آرمیگاڈان یعنی الملحمۃ العظمیٰ کا مرکز بیت المقدس ہوگا اور یقیناً اس وقت دنیا اس بڑی جنگ کی طرف بہت تیزی سے جا رہی ہے جس کو ہم تیسری عالمی جنگ بھی کہہ سکتے ہیں۔ 1903ء میں ایک صہیونی میکس نیروڈو نے یہ بات ایک صہیونی کانفرنس میں اپنے ساتھیوں کے سامنے رکھی تھی کہ ہمیں ایک بہت بڑی جنگ کروانے کی ضرورت ہے تاکہ دنیا میں طاقت کا توازن بگڑے اور ہم سامنے آسکیں۔ چنانچہ پہلی جنگ عظیم ہوئی اور خلافت عثمانیہ ختم ہوئی۔ 1920ء میں ہنری فورڈ اول کی کتاب منظر عام پر آئی جس نے انکشافات کیے کہ پہلی جنگ عظیم کرانے میں یہودیوں کا ہاتھ تھا اور ہم بہت جلد دوسری جنگ عظیم دیکھیں گے جس کی یہودی تیاری شروع کر چکے ہیں۔ جنگ عظیم دوم ہوئی جس کا پورا پورا فائدہ یہودیوں کو ہوا۔ چنانچہ اب یہ تیسری جنگ عظیم کے لیے بھرپور منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ اس کو سورۃ الکہف کے الفاظ سے جوڑیں جن میں فرمایا: ﴿بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ﴾ (آیت: 2) ''تاکہ وہ خبردار کرے ایک بہت بڑی آفت سے اُس کی طرف سے۔''

یعنی مسلمانوں کے لیے یہ اللہ کی طرف سے ہوگا۔ لیکن اس تیسری جنگ عظیم کا نتیجہ کس کے حق میں نکلے گا یہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ یہود اپنی چالیں چل رہے ہیں لیکن اللہ اپنی تدبیر کرے گا۔ جس طرح غزہ کی حالیہ جنگ نے بھی بہت غیر متوقع نتائج دیے ہیں جنہوں نے صہیونی دنیا کو بھی ہلا کر رکھ دیا ہے۔ چالیس روز گزر چکے ہیں اور ان مٹھی بھر مجاہدین نے ایک بار پھر دنیا کے سامنے یہ ثابت کیا ہے کہ اہل ایمان کا بھروسا ہتھیاروں پر نہیں بلکہ ایمان پر ہوتا ہے۔ انہوں نے گھروں میں بنائے راکٹوں سے اسرائیل کو ناکوں چنے چبوا دیے اور دنیا کے سامنے اس کا مکروہ چہرہ بے نقاب کر دیا ہے۔ اب دنیا بڑی تیزی کے ساتھ دو حصوں میں بٹتی نظر آ رہی ہے۔ اسرائیل کا ٹیکنالوجی اور اسلحہ کا رعب و دبدبہ کم ہوا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ابھی کچھ عرصہ یہ معاملہ اور آگے بڑھے گا۔

1903ء میں ایک صہیونی میکس نیروڈو نے یہ بات ایک صہیونی کانفرنس میں اپنے ساتھیوں کے سامنے رکھی تھی کہ ہمیں ایک بہت بڑی جنگ کروانے کی ضرورت ہے تاکہ دنیا میں طاقت کا توازن بگڑے اور ہم سامنے آسکیں۔

سوال: موجودہ صورت حال میں ہمیں انفرادی اور حکومتی طور پر کیا کیا اقدامات کرنے چاہئیں؟

خورشید انجم: سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمیں ریاست اسرائیل کا لفظ بھی استعمال نہیں کرنا چاہیے بلکہ مقبوضہ فلسطین کہنا چاہیے کیونکہ اس پر یہود کا دھونس، دھاندلی، زبردستی اور بدمعاشی کا قبضہ ہے۔ یہ دھاندلی انہی عالمی طاقتوں نے کی ہے جنہوں نے تقسیم ہند کے وقت یہاں کی تھی۔ برطانیہ نے وہاں مسلمانوں کو جھانسہ دیا کہ ہم آپ کو فلسطین سے لے کر یمن تک کا علاقہ دیں گے اور آپ خلافت عثمانیہ کا ساتھ چھوڑ دیں۔ دوسری طرف یہود کو بھی کہا کہ ہم آپ کو یہاں ملک بنا کر دیں گے اور اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ آپ کے سامنے ہے۔ اس صورت حال میں بحیثیت مسلمان ہم انفرادی اور اجتماعی سطح پر جو کچھ کر سکتے ہیں وہ حسب ذیل اقدامات ہیں:

1۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی بے بسی اور حکمرانوں کی بے حسی کا اظہار کریں اور اللہ تعالیٰ سے مدد کی گڑگڑا کر دعا کریں:

2۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ﴾ (البقرۃ: 45)

''اور مدد حاصل کرو صبر سے اور نماز سے۔''

نماز قائم کریں اور صبر و استقامت کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگیں۔

3۔ سورۃ البقرۃ میں دس رکوع بنی اسرائیل کے کردار کو بالکل واضح کرتے ہیں، اس کا مطالعہ کریں اور بنی اسرائیل کی تاریخ بھی پڑھیں۔ پھر جس طرح دھونس، دھاندلی اور بدمعاشی سے اسرائیل قائم ہوا، اس حوالے سے بھی ہمیں آگاہی ہونی چاہیے کیونکہ ہمارے لوگوں کو پتا ہی نہیں ہے کہ یہ جنگ کتنی خوفناک ہے۔ ہمارے نوجوانوں کو اس کی تعلیم دینی چاہیے تاکہ ان میں اسرائیل کے خلاف جوش و جذبہ پیدا ہو۔

4۔ اگرچہ فلسطینیوں تک پہنچنا مشکل ہے لیکن جتنا ہو سکے اور جس ذریعہ سے بھی ہو سکے فلسطینیوں کو امداد پہنچائی جائے۔ تنظیم اسلامی کی طرف سے تین اداروں کی طرف توجہ دلائی گئی ہے: الخدمت فاؤنڈیشن، دارالعلوم کورنگی اور خبیب فاؤنڈیشن۔ بیت المقدس ہر مسلمان کی مسجد ہے۔ حماس امت مسلمہ کی طرف سے فرض کفایہ ادا کر رہے ہیں۔ لہٰذا جتنی ہم ان کی مدد کر سکتے ہیں اتنی کرنی چاہیے۔

5۔ پُرامن احتجاج، مظاہروں کا اہتمام کریں۔ اس دفعہ تو غیر مسلم ممالک نے مسلمان ممالک سے کہیں بہتر کردار نبھایا ہے۔ لندن میں لاکھوں افراد کا مظاہرہ ہوا ہے۔ اسی طرح کی کوشش ہمیں بھی کرنی چاہیے۔

6۔ سوشل میڈیا، میڈیا، پرنٹ میڈیا اور دیگر جو بھی ذرائع ابلاغ ہیں ان کے ذریعے نہی عن المنکر کا فریضہ ادا کریں اور فلسطین کے مسئلہ کو اُٹھائیں۔

7۔ اپنے حکمرانوں اور مقتدر طبقات کو باور کرایا جائے کہ وہ اپنی ذمہ داری اور فرض کو پہچانیں۔

8۔ ہمارے ہاں پہلے فوجی تربیت کے طور پر NCC ہوتی تھی لیکن مشرف کے دور میں ایک پلان کے تحت اس کو بھی ختم کر دیا گیا۔ فوجی تربیت کو دوبارہ ہر نوجوان کے لیے لازم کیا جائے۔

9۔ اسرائیل سے سفارتی تعلقات ختم کیے جائیں۔ اس معاملے میں مسلمان حکومتوں نے کافی بے حسی دکھائی ہے۔ حالانکہ لاطینی امریکہ کے ممالک اور آئرلینڈ وغیرہ نے

اپنے سفیر واپس بلا لیے لیکن ہمارے کسی حکمران کو یہ توفیق نہیں ہوئی۔
10۔ اسرائیلی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جائے۔ مکڈونلڈ اور کے ایف سی کے ساتھ جو کچھ ہوا یہ ویسے ہی نہیں ہے۔ لیکن جو جس حد تک کر سکتا ہے وہ کرے۔
11۔ غلبہ دین کے لیے جدوجہد کی جائے۔ احادیث میں ہے کہ یہاں سے فوجیں جائیں گی۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں پہلے اسلامی نظام قائم ہوگا۔ اس کے لیے محنت اور

> **قدرت اللہ شہاب نے ’شہاب نامہ‘ میں پاکستان کے حوالے سے امریکہ کے تین نکاتی ایجنڈے کو بیان کیا ہے کہ پاکستان کو ڈی اسلامائز، ڈی نیوکلرائز اور ڈی ملٹرائز کیا جائے۔**

کوشش کرنی ہے۔ جو ہماری استطاعت ہے فاتقوا اللہ ما استطعتم کے مصداق ہم اپنے مسلمان بھائیوں کے لیے آگ بجھانے والوں میں سے ہوں آگ لگانے والوں میں سے نہ ہوں۔

سوال: پاکستان اور امریکہ کا تعلق دوستی کا ہے یا آقا اور غلام کا۔ موجودہ صورت حال کے تناظر میں پاکستان اور امریکہ کے تعلقات کہاں کھڑے ہیں؟

رضاء الحق: پاک امریکہ تعلقات کے حوالے سے سابق صدر ایوب خان مرحوم کی کتاب ”فرینڈز ناٹ ماسٹرز“ کا مطالعہ کیا جائے تو پتا چلتا ہے کہ پاکستان زیادہ تر امریکہ کی ڈکٹیشن پر ہی چلتا رہا ہے جبکہ امریکہ بھارت اور اسرائیل کی طرح روز اول سے پاکستان کا دشمن ہے۔ یہ چیز ہمیں بھولنی نہیں چاہیے۔ اسی طرح قدرت اللہ شہاب نے ”شہاب نامہ“ میں امریکہ کے تین نکاتی ایجنڈے کا تذکرہ کیا ہے جو ماضی میں اتنا واضح نہیں تھا لیکن نائن الیون کے بعد کھل کر واضح ہو چکا ہے۔ وہ ایجنڈا کیا ہے؟
1۔ ڈی اسلامائزیشن آف پاکستان: پاکستان جس نظریہ (اسلام) کی بنیاد پر وجود میں آیا تھا اس کی جڑیں این جی اوز، میڈیا، نصاب وغیرہ کے ذریعے کھوکھلی کرنا۔
2۔ ڈی نیوکلیرائزیشن: اُس دور میں ہدف یہ تھا کہ پاکستان کو ایٹمی قوت نہ بننے دیا جائے۔ بعد میں پاکستان کو لالچ دیا جاتا رہا ہے کہ اپنا نیوکلیئر پروگرام رول بیک کر دے۔ لیکن پاکستان کو یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیے کہ اگر رول بیک کریں گے تو پھر اس کا حشر لیبیا والا ہوگا۔ بہرحال اس حوالے سے امریکہ، اسرائیل اور انڈیا ایک پیج پر ہیں۔
3۔ پاکستان کو ڈی ملٹرائز کر دیا جائے۔ پاکستان کے معاشی مسائل جس حد تک جا چکے ہیں ظاہر ہے اس کا اثر ہماری فوج کی capability and capacity کے اوپر بھی پڑے گا۔
اس میں یقیناً بیرونی قوتوں کی شرانگیزیاں تو ہیں لیکن اپنوں کی بھی کوتاہیاں ہیں۔ خاص طور پر ہماری اسٹیبلشمنٹ کا رول شروع سے اب تک کوئی اچھا نہیں رہا۔ اسٹیبلشمنٹ کو سیاست میں عمل دخل نہیں دینا چاہیے اور ملک میں ہر حال میں انسانی حقوق کی پاسداری ہونی چاہیے۔ ہم الدین النصیحة کے جذبے سے انہیں یہی دعوت دیتے ہیں کہ وہ ملکی مفاد کو ترجیح دیں۔ امریکہ افغان جنگ کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ قرآن پاک میں ہے:
﴿بَأْسُهُمْ بَيْنَهُمْ شَدِيدٌ ۚ تَحْسَبُهُمْ جَمِيعًا وَقُلُوبُهُمْ شَتَّىٰ ۚ﴾ (الحشر:14) ”ان کے آپس کے جھگڑے بہت سخت ہیں۔ تم انہیں متحد گمان کرتے ہو حالانکہ ان کے دل پھٹے ہوئے ہیں۔“
افغانستان میں چالیس سے زیادہ ممالک کے اتحاد، نیٹو اور امریکہ نے بمباری بھی کی اور سب کچھ کیا، چلتے چلتے ان ممالک کے آپس میں جھگڑے بھی شروع ہو گئے، ایک وقت آیا کہ امریکہ، نیٹو اور برطانیہ رہ گئے۔ حتیٰ کہ آخر میں صرف امریکہ رہ گیا تھا وہ بھی بھاگ گیا۔ یہ معاملہ ہمیں ہمیشہ ذہن میں رکھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد اسی وقت آتی ہے جب ہم اللہ کے ساتھ خالص ہو جاتے ہیں۔

سوال: افغان طالبان کے دوبارہ حکومت سنبھالنے کے بعد سے ایسا نظر آ رہا ہے کہ پاکستان اور افغانستان کے درمیان فاصلے بڑھ رہے ہیں۔ اس کی وجہ کیا ہے؟

ڈاکٹر انوار علی: پاک افغان تعلقات کی خرابی کا آغاز اس وقت ہوا جب حکومت پاکستان نے افغان حکومت سے شکایت کی کہ ٹی ٹی پی پاکستان میں دہشت گردی کر رہی ہے اور اس کے لنکس افغانستان کے اندر پائے جا رہے ہیں جن کے ثبوت ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان ثبوتوں کے سامنے آنے کے بعد حکومت پاکستان نے طالبان حکومت کی حمایت سے ہر سطح پر ہاتھ اُٹھا لیا۔ افغانستان کے ہزاروں تجارتی کنٹینرز کراچی کی بندرگاہ پر کھڑے ہیں اور حکومت پاکستان ان کو داخلہ نہیں دے رہی۔ اس کے علاوہ بھی کئی اختلافات ہیں۔ اس صورت حال میں پاکستان کا موقف یہ ہے کہ افغانستان سے تعلقات ختم کیے جائیں اور TTP کی مداخلت کو کنٹرول کیا جائے۔ دوسری طرف افغان حکومت کی طرف سے بھی بڑا مضبوط موقف سامنے آتا ہے کہ ہم پاکستان میں کسی بھی قسم کی دہشت گردی کو سپورٹ نہیں کرتے۔ البتہ TTP کے حوالے سے وہ کہتے ہیں کہ پہلے پاکستان ہمیں آفیشلی تسلیم کرے اس کے بعد پاکستان کی طرف سے باقاعدہ ایک پیغام آئے تو اس کا ہم جواب دیں گے۔ پاکستان کہتا ہے کہ ہم نے پیغام دیا ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ ہمیں ایسا کوئی پیغام نہیں ملا۔ اس وقت دونوں ممالک کے حالات اچھے نہیں ہیں۔ افغان طالبان سے ہماری دلی وابستگی ہے اور اسی طرح افغان بھی پاکستان سے کافی مانوس ہیں لیکن وہاں قوم پرستی بڑی شدت کے ساتھ بڑھ رہی ہے جو اس وقت طالبان حکومت کے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔ ہمیں ذہن میں رکھنا چاہیے کہ طالبان کی ابھی نئی نئی حکومت ہے اور حالات اس سے بالکل مختلف ہیں جیسے ان کے پہلے دور میں تھے۔ اب ان کو جو چیلنجز درپیش ہیں وہ اتنے آسان نہیں ہیں۔ لہٰذا پاکستان کو اس وقت ایک مدبرانہ کردار ادا کرنا چاہیے۔ دونوں ملکوں کے بڑوں کو معاملات کو گہرائی میں جا کر دیکھنا ہوگا۔
ہمیں سوچنا چاہیے کیا عالم کفر یہ چاہے گا کہ پاکستان اور افغانستان کے تعلقات اچھے ہوں؟ ہمارا سب سے بڑا دشمن بھارت ہے جس نے پچھلے کچھ ادوار سے افغانستان میں اپنے پنجے گاڑھے ہوئے ہیں، اس کی ایجنسیز وہاں پر ہیں۔ کیا ہم اس امکان کو رد کر سکتے ہیں کہ پاکستان اور افغانستان کے تعلقات کی خرابی میں بڑا ہاتھ بھارت کا ہے؟ افغان پناہ گزینوں کے حوالے سے پاکستانی حکومت جو اقدامات کر رہی ہے۔ ایک طرف اسرائیل اور فلسطین کی جنگ چل رہی ہے اور دوسری طرف فوری ان کو نکالنے کی بات کرنا اخلاقی اعتبار سے بھی اچھا طرز عمل نہیں ہے۔ کیونکہ اب ان کی تیسری نسل یہاں پل رہی ہے۔ اس

پر حکومت پاکستان کو بہت ہی دانشمندانہ انداز میں اپنی سٹریٹجی بنانی چاہیے اور قانونی اور اخلاقی سارے ضابطے پورے کرتے ہوئے سارے معاملات کو آگے بڑھانا چاہیے ورنہ معاملات مزید خراب ہوں گے۔

سوال: پاکستان اور افغانستان کے حوالے سے تنظیم اسلامی کا دوٹوک مؤقف کیا ہے؟

خورشید انجم: تاریخی طور پر جائزہ لیا جائے تو روزِ اول سے ایک مخاصمت کا رویہ افغانستان کا پاکستان سے رہا ہے جس کا بھرپور فائدہ بھارت نے اٹھایا۔ جب سوویت یونین افغانستان میں آیا تو اس وقت جہاد میں پاکستان کا بڑا اہم کردار رہا۔ روس کے جانے کے بعد طالبان کی حکومت آئی۔ یہ واحد دور تھا جب افغانستان کے ساتھ ہماری سرحد بالکل محفوظ ہوگئی۔ پھر پاکستان میں مشرف آ گیا اور افغانستان میں امریکہ، دونوں نے افغان طالبان کے خلاف ایک دوسرے کو کھل کر سپورٹ کیا۔ مشرف دور میں پکڑ دھکڑ، ڈرون حملوں، بمباری اور اٹھائے جانے کا سلسلہ شروع ہوا جس سے قبائلیوں میں ردعمل پیدا ہوا۔ اس کے ساتھ ساتھ ان میں ایسے لوگ تھے جو نفاذِ شریعت کا مطالبہ رکھتے تھے۔ دوسری طرف عالمی طاقتیں اور بیرونی ایجنسیز بھی وہاں کام کر رہی تھیں جس کی وجہ سے انتشار نے زور پکڑا۔ بہرحال پاکستان کی حکومت نے جس طرح پہلے افغان طالبان کی حکومت کو فی الفور تسلیم کیا تھا اسی طرح اب بھی ان کی حکومت کو تسلیم کرنا چاہیے اور اس کے ساتھ سفارتی تعلقات کو بحال کیا جائے۔ قبائلی علاقوں کی طرف سے جو مطالبات ہیں ان کو سنا جائے، اگر شریعت کا مطالبہ ہے تو اس کو نافذ کیا جائے تو خود بخود معاملہ حل ہو جائے گا۔ ان کی جو محرومیاں ہیں، ان کو دور کیا جائے تو پھر ان کے پاس کوئی عذر باقی نہیں رہے گا۔ ہم پاکستان میں 'اسلامائزیشن' کی طرف بڑھیں تو 'طالبانائزیشن' کا خطرہ نہیں رہے گا۔

سوال: مسئلہ کشمیر کے حوالے سے حکومت پاکستان کیا مؤقف اختیار کرے؟

رضاء الحق: پاکستان کا کشمیر کے حوالے سے مؤقف بڑا واضح ہے کہ کشمیر پاکستان کا حصہ ہے جس پر بھارت نے غاصبانہ قبضہ کیا ہوا ہے۔ بھارت میں اس وقت بی جے پی کی حکومت ہے، لیکن کانگریس کے دور میں بھی بھارت پاکستان کے ساتھ مخاصمانہ رویہ رکھتا تھا اور اس کی ہمیشہ کوشش ہوتی تھی کہ کسی طرح پاکستان کو کمزور کیا جائے۔ جب پاکستان دولخت ہوا تو اندرا گاندھی نے بیان دیا کہ ہم نے ہزار سالہ غلامی کا بدلہ لے لیا ہے۔ پھر اسرائیل نے پاکستان کی ایٹمی تنصیبات پر حملہ کرنے کے لیے دو مرتبہ بھارت کے ساتھ مل کر پلان بنایا۔ 2019ء میں بھارت نے کشمیر کا سپیشل سٹیٹس بھی ختم کر دیا تاکہ وہ کشمیر کو بھارت میں ضم کر سکے۔ کشمیر کے معاملے پر انڈیا اور چین کے درمیان بھی کئی جھڑپیں ہو چکی ہیں جن میں بھارت کو کئی علاقوں سے پسپائی بھی ہوئی ہے۔ اس حوالے سے ہم حکومت پاکستان کو یہ پیغام دیں گے کہ پاکستان کو کشمیر کے حوالے سے کسی صورت میں مصالحانہ رویہ اختیار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ اگر ہم کمپرومائز بھی کر لیں گے تو پھر بھی انڈیا ہمارا دشمن ہی رہے گا اور امریکہ، یورپ اور اسرائیل اسی کو سپورٹ کریں گے۔ بلکہ لگتا یہی ہے کہ عرب ممالک بھی انڈیا کو ہی سپورٹ کریں گے۔

ڈاکٹر انوار علی: کشمیر کا سپیشل سٹیٹس ختم کرنے کا مطلب ہے کہ غیر کشمیری بھی وہاں پر آباد ہو سکتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کشمیر کا بھی فلسطین جیسا حال ہوگا۔ وہاں کے کشمیری اپنے ہی وطن میں اجنبی ہو جائیں گے۔ انڈیا کا کشمیر کا سپیشل سٹیٹس ختم کرنا عالمی قوانین کی بھی خلاف ورزی ہے جس کے خلاف عالمی عدالت میں جایا جا سکتا ہے۔ پاکستان کو چاہیے کہ وہ سیاسی اور عدالتی سطح پر اس جنگ کو لڑے۔ اپنے مسائل اپنی جگہ پر ہیں لیکن کشمیر ہماری شہ رگ ہے۔ اگر ہم اس محاذ سے پیچھے ہٹے تو ہم کئی محاذوں سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔ چنانچہ کشمیر کاز کے حوالے سے جو محنتیں ہو رہی ہیں وہ جاری رہنی چاہیے۔

سوال: 2024ء میں بھارت میں الیکشن کا سال ہے، کیا اس دفعہ بھی مسلم دشمنی کو اپنی مہم کا حصہ بنا کر بی جے پی دوبارہ ووٹ حاصل کر لے گی۔ اگر ایسا ہوا تو ہندوستان کے تیس کروڑ مسلمانوں کی صورت حال کیا ہو سکتی ہے؟ اور وہاں کے مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے؟

خورشید انجم: ہندوؤں کے نزدیک برصغیر کی تقسیم کوئی سیاسی مسئلہ نہیں ہے بلکہ وہ سمجھتے ہیں کہ دھرتی ماتا یا مہا بھارت کو تقسیم کیا گیا۔ بی جے پی تو آر ایس ایس کا سیاسی ونگ ہے لیکن جب بنگلہ دیش بنا تو اس وقت کانگریس کی لیڈر اندرا گاندھی نے کہا تھا کہ ہم نے دوقومی نظریہ کو خلیج بنگال میں ڈبو دیا۔ پھر وہ الیکشن جیتنے کے لیے ہندو دیوی کے روپ میں سامنے آئی تھی۔ پھر اس نے باقاعدہ ایک سٹڈی مشن سپین بھیجا تھا کہ وہ جا کر سٹڈی کریں کہ کس طرح مسلمانوں نے وہاں آٹھ سو سال حکومت کی اور پھر ان کو بالکل ملیامیٹ کر دیا گیا۔ یہ کانگریس کا حال ہے جو بظاہر سیکولر جماعت سمجھی جاتی ہے جبکہ BJP تو کٹر ہندو جماعت ہے جو اس وقت انڈیا میں مسلمانوں کی نسل کشی کر رہی ہے، مساجد گرا رہی ہے اور ہر وہ کام کر رہی ہے جس سے مسلمانوں کا صفایا ہو سکے۔ 2024ء کے الیکشن سے پہلے اس مسلم دشمنی کو وہاں مزید ہوا دی جائے گی اور اگر BJP الیکشن جیت گئی تو اس کے بعد حالات مسلمانوں کے لیے مزید خوفناک ہوں گے۔ لیکن جب حالات اتنے خراب ہو جائیں تو اسی سے پھر امید کی کرن بھی پیدا ہوتی ہے۔ مسلمانوں کو جو کرنا چاہیے اس میں سب سے بنیادی چیز اتحاد ہے۔ جیسے کسی دور میں شاہ بانو کیس میں ان کا اتحاد سامنے آیا تھا جب مسلمانوں کے عائلی قوانین کو چھیڑا گیا تو پورے انڈیا کے مسلمان اکٹھے ہو گئے اور حکومت کو گھٹنے ٹیکنے پڑے۔ لیکن آج حالات اس سے زیادہ سخت ہیں البتہ اتحاد ضروری ہے۔ اس کا ایک دوسرا رخ بھی ہے کہ جس طرح ہندوتوا کا ہائپ پروان چڑھایا جا رہا ہے اس سے وہاں کا پڑھا لکھا سمجھدار ہندو متنفر ہو رہا ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے انڈیا کے دورے پر مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کو مشورہ دیا تھا کہ آپ اپنے مدرسے میں سنسکرت پڑھوائیں۔ کیونکہ سنسکرت ان کی مذہبی زبان ہے جب تک مسلمان یہ نہیں پڑھیں گے تبلیغ کا حق ادا نہیں کر سکیں گے۔ وہاں پر مسلمانوں کے لیے دعوت کا کام بڑے وسیع پیمانے پر ہے۔

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ﴾ (البقرۃ: 143) ''اور (اے مسلمانو!) اسی طرح تو ہم نے تمہیں ایک اُمتِ وسط بنایا ہے' تاکہ تم لوگوں پر گواہ ہو اور رسولؐ تم پر گواہ ہو۔''

شاہ ولی اللہؒ کا ایک مکاشفہ بھی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ اعلیٰ ذات کے ہندو برہمن اسلام قبول کر لیں گے۔ میرا خیال ہے کہ پھر ایسے لوگ آئیں گے اور حالات پلٹا کھائیں گے

لیکن یہ اتنا آسان کام نہیں ہے۔ اس میں اتحاد اور دعوت دونوں چیزیں ہوں گی تو پھر کامیابی ہوگی۔

سوال: پاکستان کے حالات میں بہتری کیسے ممکن ہے؟

ڈاکٹر انوار علی: بنیادی بات یہی ہے کہ پاکستان جس مقصد کے لیے قائم کیا گیا تھا اس کی طرف رجوع کیا جائے۔ اس وقت پاکستان ایک بے مقصد ریاست ہے جس کا کوئی مستقبل نہیں ہوسکتا۔ پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ! اس نعرے نے تمام مسلمانوں کو مسلم لیگ کے پلیٹ فارم پر جمع کیا تھا اور سیاسی سطح پر ایک بظاہر ناممکن انقلاب آیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رمضان المبارک کی 27 ویں شب ہمیں یہ معجزہ ملا تھا۔ پاکستان کے ایشو پر ہندوستان کے تمام مسلمان متحد ہوئے تھے۔ ظاہر ہے کلمہ نے ان کو جوڑا تھا اور مستقبل میں بھی ایک کلمہ ہی ان کو جوڑ کر رکھ سکتا ہے۔ اگر خدانخواستہ اس کلمہ پر ہم نے کمپرومائز کیا جو کہ ہم سیاسی، معاشی اور معاشرتی سطح پر کر چکے ہیں تو پھر تو کچھ نہیں بچے گا۔ جو بچا کچھا ہے وہ بھی جائے گا۔ بقول شاعر ؎

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمیؐ

جب تک ہم اللہ کی طرف نہیں لوٹیں گے ہمیں دنیا میں بھی کوئی ترقی نہیں ملے گی۔ ہماری ترقی اس کلمہ کے ساتھ منسلک ہے۔ اگر ہم نے وہ اپنایا تو ہمارا مستقبل اس دنیا میں ہے۔

رضاء الحق: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ جب تک اس ملک میں اسلام نافذ نہیں ہوتا اس وقت تک اس ملک میں مارشل لاء سے جمہوریت بہتر ہے۔ ہم یہ کیوں بھول جاتے ہیں کہ جب مسلم لیگ نے 1946ء کے انتخابات میں انڈیا میں کلین سویپ کرلیا تھا تو اس کی بنیاد بھی اسلام ہی تھا۔ اس جمہوری پراسس میں بھی بنیاد انہوں نے یہی بنائی تھی کہ مسلم ہے تو مسلم لیگ میں آ۔ چنانچہ پھر لوگوں نے مسلم لیگ کو ووٹ دیے اور اس کے ساتھ دوقومی نظریے کو جوڑا اور پاکستان وجود میں آ گیا۔ بدقسمتی یہ ہے کہ اس وقت سے لے کر آج تک پاکستان میں اشرافیہ کی حکومت ہے، وہ کبھی کسی شکل میں آ کے ملک کو لوٹتے ہیں اور کبھی کسی شکل میں۔

سوال: تنظیم اسلامی انقلابی جماعت ہے اور انتخابی سیاست کے طریقے کے خلاف ہے، لیکن انتخابات کرانے اور سیاسی عمل کو جاری رکھنے کا مطالبہ تنظیم اسلامی کرتی رہتی ہے کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟

خورشید انجم: سب سے بنیادی بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے:

((کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء))

''بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے۔''

اسی طرح ہماری دینی کتب میں سیاست باقاعدہ ایک موضوع ہے۔ سیاست کوئی ایسی گندی چیز نہیں ہے۔ پھر کوئی بھی باشعور شخص اپنے اردگرد سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ ہمارے ہاں یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو انتخابات میں حصہ لے رہا ہے وہ سیاست میں حصہ لے رہا ہے اور اس کے علاوہ سیاست کچھ بھی نہیں۔ حالانکہ سیاست کی دو اقسام ہیں: نظری سیاست اور عملی سیاست۔ نظری سیاست کی واضح مثال صحافی ہیں کہ وہ قوم کا ایک رخ متعین کرتے ہیں، رائے عامہ ہموار کرتے ہیں۔ عملی سیاست کے بھی دو حصے ہیں: انقلابی

> **بانیٔ تنظیم کہا کرتے تھے کہ جب تک اسلامی انقلاب نہیں آجاتا پاکستان کی بقاء کا تقاضا ہے کہ انتخابات کا سلسلہ جاری رہے۔**

اور انتخابی۔ تنظیم اسلامی یہ سمجھتی ہے کہ یہاں تبدیلی یا اسلامی انقلاب انتخابات کے ذریعے نہیں آسکتا بلکہ وہ صرف انقلابی تحریک کے ذریعے آسکتا ہے۔ لیکن اس وقت تک مارشل لاء کے مقابلے میں جمہوریت کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ بانیٔ تنظیم اس کے لیے ایک مثال دیا کرتے تھے کہ ایک ہے کسی شخص کا زندہ رہنا، اس کے لیے اسے ہوا، غذا اور پانی کی ضرورت ہے اور ایک ہے کسی کا مسلمان ہونا، اس کے لیے ایمان کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح پاکستان کی بقاء کا تقاضا ہے کہ یہاں انتخابات کا سلسلہ جاری رہنا چاہیے۔ البتہ یہاں اسلام صرف انقلابی تحریک کے ذریعے آئے گا اور وہ انقلاب آئے گا منہج انقلاب نبوی ﷺ کے ذریعے۔ اس کے بغیر ممکن نہیں۔

سوال: رفقاء کے لیے ووٹ ڈالنے یا کسی ووٹر کی حمایت کرنے کے حوالے سے تنظیم اسلامی کی پالیسی کیا ہے؟

خورشید انجم: ہماری واضح پالیسی ہے کہ تنظیم اسلامی جماعتی حیثیت سے بھی انتخابات میں حصہ نہیں لے گی اور نہ ہی تنظیم کا کوئی رفیق انفرادی طور پر انتخابات میں حصہ لے سکے گا یا کسی کے حق میں کنویسنگ کر سکے گا۔ البتہ ووٹ ڈالنے کے لیے دو شرائط طے کی گئی ہیں:

1۔ امیدوار کم از کم ظاہری اعتبار سے فسق وفجور کا مرتکب نہ ہو۔

2۔ اگر وہ کسی پارٹی کے ساتھ وابستہ ہے تو اس کے منشور میں یا اس کی قیادت کے بیانات اور نظریات میں کوئی بات خلاف شریعت نہ ہو۔

ان دو شرائط کے ساتھ تنظیم کا رفیق ووٹ ڈال سکتا ہے۔ لیکن یہ اس کا ذاتی فیصلہ ہوگا۔ تنظیم بطور جماعت کسی سیاسی جماعت یا امیدوار کی کنویسنگ نہیں کرتی۔

❁❁❁

دعائے مغفرت — اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ

☆ حلقہ کراچی جنوبی کے منفرد رفیق سعید احمد وفات پاگئے۔ برائے تعزیت: 0336-2129166

☆ حلقہ پنجاب شمالی کے مبتدی رفیق سید فہد علی کی والدہ وفات پاگئیں۔ برائے تعزیت: 0335-5300789

☆ حلقہ پنجاب شمالی، چکلالہ کے رفیق جناب عمران فیاض کے والد وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0321-5514088

☆ حلقہ کراچی جنوبی، کورنگی شرقی کے رفیق کامران احمد کے والد وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0333-2207805

☆ رفیق تنظیم اسلامی جناب محمود رضا گجر کے سسر وفات پاگئے۔ برائے تعزیت: 0333-6195708

☆ معتمد حلقہ پنجاب جنوبی شوکت حسین انصاری کے چھوٹے بھائی وفات پاگئے۔
برائے تعزیت: 0322-6187858

☆ حلقہ کراچی وسطی، رضوان سوسائٹی کے رفیق جناب عبدالباری کے چھوٹے بھائی وفات پاگئے۔

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

قارئین پروگرام ''زمانہ گواہ ہے'' کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جاسکتی ہے۔

اخوّت کا بیاں ہو جا، محبّت کی زباں ہو جا

مولانا رضوان اللہ پشاوری

"بے شک! ایمان والے (آپس میں) بھائی بھائی ہیں (اگر ان کے درمیان کچھ تنازع ہو جائے) تو اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح وصفائی کرا دیا کرو اور (ہر معاملے میں) اللہ سے ڈرتے رہو، تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔" (الحجرات: 10)

اخوت کے معنی بھائی چارہ، یگانگت اور برادری کے ہیں۔ اسلام میں تمام مسلمان آپس میں بھائی ہیں، چاہے وہ جہاں کہیں بھی رہتے اور کسی بھی رنگ ونسل اور وطن سے تعلق رکھتے ہوں، جو کلمہ طیبہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہو جاتا ہے وہ بحیثیت مسلمان ہمارا دینی بھائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے حبیب حضرت محمد ﷺ کے ذریعے مسلمانوں کے درمیان ایک پائیدار اور مستحکم رشتہ قائم کیا، جسے قرآن کریم نے رشتۂ اخوت اسلامی کا نام دیا ہے۔ اس رشتے کی عظمت وفضیلت، افادیت اور اہمیت کے حوالے سے قرآن مجید کی کئی آیات مقدسہ اور رسول اللہ ﷺ کی بے شمار احادیث مبارکہ موجود ہیں۔ بعثت رسول ﷺ اور نزول قرآن کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بنی نوع انسان کو منظم کر دیا جائے اور ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی اور عداوت کرنے والوں کو پیار، محبت اور اخوت کے رنگ میں رنگ دیا جائے۔ اس عظیم رشتے کی بنیاد اسلام میں اللہ اور رسول کریم ﷺ کی محبت ہے۔

سورۃ الحجرات کی مندرجہ بالا آیت اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا ہے اور اخوت اسلامی کے رشتے کی موجودی میں رنگ ونسل، زبان، قومیت اور علاقوں کی بنیاد پر بننے والے باقی تمام رشتوں کی حیثیت ثانوی بلکہ ختم ہو جاتی ہے۔

آیت مذکورہ میں دوسرا حکم یہ دیا گیا ہے: "اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دو۔" آیت کے اس حصے سے معلوم ہوا کہ دو مسلمانوں، افراد یا دو گروہوں میں اختلاف واقع ہو سکتا ہے، لیکن ان کے قریب جو تیسرا فرد یا گروہ ہے، اس کی ذمہ داری ہے کہ ان لڑنے یا اختلاف کرنے والوں میں فوراً صلح کرا دے اور ان کے ساتھ ایسا سلوک کرے جو دو بھائیوں سے کیا جاتا ہے۔ بحیثیت مسلمان یہ ذمہ داری ہم سب پر عاید ہوتی ہے کہ ہم مسلمانوں کے درمیان مزید جھگڑا کرنے کی فضا پیدا نہ کریں بلکہ واقع ہونے والے جھگڑے کو نا صرف ختم کرائیں بلکہ جھگڑے کی بنیاد اور سبب کا خاتمہ بھی کریں۔

آیت مبارکہ میں تیسرا حکم ہے: "اور اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔" آیت کے اس حصے میں تنبیہ کی گئی کہ اہل ایمان کے درمیان اگر اختلاف ہو جائے تو تمہاری ذمہ داری ہے کہ ان کے درمیان اختلاف کی خلیج کو بڑھاؤ نہیں بلکہ کم کرنے کی کوشش کرو اور صلح کرانے میں کسی بھی فریق کے ساتھ زیادتی اور ناانصافی نہیں ہونی چاہیے بلکہ ان سب کے ساتھ برابری اور خیر خواہی کا سلوک کیا جائے۔

اخوت اسلامی، اللہ کی مہربانی

امت مسلمہ سے تعلق رکھنے والے تمام لوگ آپس میں بھائی ہیں اور تمام مسلمان ایک دوسرے کے ساتھ بھائیوں کی طرح رہتے ہیں اور جس طرح ایک بھائی دوسرے بھائی کے کام آتا ہے، اس کے دکھ درد اور سکھ میں کام آتا ہے۔ اس طرح امت مسلمہ میں باہمی اتحاد و یک جہتی اور امداد و اعانت کی فضا قائم ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اور سب مل کر اللہ کی رسی (پیغام ہدایت) کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو اور اللہ کی اس مہربانی (انعام) کو یاد کرو جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی اور تم اس کی نعمت کی بدولت بھائی بھائی بن گئے۔" (سورۃ آل عمران)

اخوت اسلامی اور ارشاداتِ رسول کریم ﷺ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے متعدد ارشادات میں اخوتِ اسلامی کی اہمیت، افادیت اور عظمت کو اجاگر اور واضح فرمایا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے۔ وہ اس کے معاملے میں خیانت نہیں کرتا، دانستہ اس کو کوئی جھوٹی اطلاع نہیں دیتا اور نہ ہی وہ اس کو رسوا کرتا ہے۔ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان پر سب کچھ حرام ہے، اس کا خون (یعنی جان)، اس کا مال اور اس کی عزت وآبرو۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک (کامل) مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنے (مسلمان) بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔" (صحیح بخاری)

اس حدیث پاک میں ایمان کی ایک اعلیٰ اخلاقی صفت کو بیان کیا گیا ہے جو کہ حقیقت میں ایمان کا معیار اور کسوٹی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک مسلمان اپنے دوسرے مسلمان بھائی کے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہے جو وہ اپنی ذات کے لیے پسند کرتا ہے۔ اس حدیث میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح کوئی اپنے لیے نقصان اور برائی پسند نہیں کرتا تو اسے چاہیے کہ اپنے مسلمان بھائی کے لیے بھی کسی نقصان اور برائی کے عمل میں شریک نہ ہو بلکہ جتنا ہو سکے، اپنے مسلمان بھائی کی عزت وآبرو کی حفاظت اور کامیابی وفائدے کے لیے سوچے اور اس کی مدد کرے۔ رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کا مفہوم ہے: "بے شک! مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم نہیں کرتا نہ ہی اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور جو کوئی اپنے مسلمان بھائی کی کسی ضرورت کو پورا کرتا ہے، اللہ اس کی ضرورت کو پورا کرتا ہے اور جو کوئی مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی مشکل کو آسان کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی قیامت کی مشکلات میں آسانی پیدا کرے گا اور جو مسلمان اپنے مسلمان بھائی کی (کسی عیب یا غلطی کی) پردہ داری کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا۔" (سنن ابوداؤد)

فرمانِ نبوی ﷺ کا مفہوم ہے کہ حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کی اذیت وتکلیف) سے دوسرے مسلمان محفوظ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے بے شمار ارشادات اور فرامین میں مسلمان کو مسلمان کا بھائی قرار دیا اور حقیقی مسلمان کی نشانی یہ فرمائی ہے کہ اس کی ذات سے کسی مسلمان کو اذیت وتکلیف نہیں پہنچتی بلکہ ہر حالت میں راحت وسکون اور سلامتی ملتی ہے۔

رشتۂ مواخات کی بنیاد واساس

حضور سید عالم ﷺ کا یہ بہت بڑا عظیم الشان کارنامہ ہے کہ آپ ﷺ نے امت مسلمہ کو "رشتۂ مواخات" کی

ایک لڑی میں پرو دیا۔ جب آپ ﷺ اور مسلمانوں نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرمائی تو مسلمان بالکل بے سروسامانی کی حالت میں تھے۔ نہ ان کے گھر بار تھے اور نہ ہی دوسری ضروریاتِ زندگی کا کوئی انتظام تھا۔ اس موقع پر اللہ کے پیارے رسول حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے انصار اور مہاجرین صحابہ کرام ؓ کے درمیان ''عقد مواخاۃ'' (بھائی چارہ) قائم فرمایا اور ایک صحابی کو دوسرے صحابی کا دینی و اسلامی بھائی بنا دیا۔

رشتہ مواخات میں صحابہ کرام ؓ کا ایثار

انصار صحابہ کرام ؓ نے مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ آنے والے اپنے مہاجرین صحابہ ؓ کو نا صرف خوش آمدید کہا بلکہ ان کو اپنی ہر چیز میں برابر کا حصہ دار بنا دیا۔ جس صحابیؓ کے پاس دو مکان تھے، اس نے ایک مکان اپنے دوسرے مہاجر بھائی کو دے دیا۔ جس کے پاس دس بکریاں تھیں، اس نے پانچ بکریاں اپنے اسلامی مہاجر بھائی کو دے دیں۔ اسی طرح دوسری املاک (باغات، زمینیں وغیرہ) کو بھی تقسیم کر دیا۔ انصار زراعت کے پیشے سے منسلک تھے اور مہاجرین تجارت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ انصار نے مہاجرین کو اپنی زراعت میں شامل کر لیا اور مہاجرین انصار سے مل کر اپنی تجارت کرنے لگے۔ اس طرح انصار اور مہاجرین نے باہم مل کر زراعت و تجارت میں معاشی استحکام اور ترقی حاصل کی۔

اخوت اسلامی میں صحابہ کرام ؓ کی ایک اور مثال

اسلامی اخوت و بھائی چارے کا یہ عظیم الشان مظاہرہ تاریخ نے نہ پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ آئندہ دیکھ سکے گی۔ یہ اسی جذبہ اخوت کا ہی کمال تھا کہ ایک جنگ میں زخمیوں میں سے ایک زخمی کی آواز آئی ''پانی دو'' جب اس کو پانی دے دیا گیا اور وہ پانی پینے لگا تو دوسرے زخمی کی آواز آئی ''پانی چاہیے'' تو پہلے زخمی نے پانی پیے بغیر چھوڑ دیا اور کہا پہلے اسے پانی دے دو۔ جب پانی دوسرے زخمی کو دے دیا گیا اور وہ پانی ہونٹوں سے لگانے لگا ہی تھا کہ تیسرے زخمی کی آواز آئی ''پانی دیجیے'' گویا پانی کا پیالہ اسی طرح کئی زخمی صحابیوں ؓ کے درمیان گھوم پھر کر جب پہلے زخمی کے پاس لایا گیا تو وہ شدت پیاس اور زخموں کی تاب نہ لا کر شہید ہو چکا تھا۔ پانی کا پیالہ دوسرے زخمی کے پاس لایا گیا تو وہ بھی شہید ہو چکا تھا۔ سب زخمی صحابہ کرام ؓ نے اس طرح جامِ شہادت نوش فرما لیا۔ موت سب کے سامنے تھی، مگر ہر ایک نے اپنے دوسرے بھائی کے لیے پانی خود نہ پیا اور جامِ شہادت نوش کر لیا۔

رسول اکرم ﷺ نے مسلمانوں کے اس باہمی تعلق کو کہیں بھائی کہہ کر بیان فرمایا تو کہیں اسے جسم واحد قرار دیا اور کہیں اسے مضبوط دیوار کی مانند قرار دیا، جس کی ایک اینٹ دوسری کی تقویت کا باعث بنتی ہے۔ صحیح مسلم میں فرمان نبوی ﷺ کا مفہوم ہے: مومن، مومن کا بھائی ہے (اور وہ) ایک جسم کی مانند ہے کہ اگر جسم کے کسی ایک حصے (عضو) کو کوئی تکلیف پہنچے تو اس کا درد اس کے تمام بدن میں محسوس ہوتا ہے۔ یعنی ایک دوسرے پر رحم و شفقت کے معاملے میں مسلمانوں کی مثال ایک جسم کی سی ہے، اگر کسی ایک عضو کو شکایت و تکلیف ہوتی ہے تو باقی تمام جسم بھی بیداری اور بخار و تکلیف کی صورت میں اسی طرح کرب (اذیت) کو محسوس کرتا ہے۔

اخوت کو قائم رکھنے کا حکم

اخوت اسلامی ایسا انمول، پائیدار اور عظیم رشتہ ہے کہ اس کو قائم رکھنے کے لیے بار بار حکم دیا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''بُرے گمان سے بچو! بے شک بُرا گمان بڑی جھوٹی بات ہے۔ ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ لگو اور ایک دوسرے کی جاسوسی نہ کرو اور نہ ایک دوسرے سے دشمنی کرو اور نہ ایک دوسرے کو چھوڑ دو اور اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔'' (صحیح بخاری)

اللہ کے پیارے رسول ﷺ نے اخوت اسلامی کے آداب اور احترام کے حوالے سے اپنے فرمان میں اخوت اسلامی کے رشتے کو مضبوط اور مستحکم کرنے کے اصول بیان فرمائے ہیں۔ اگر صاحبانِ ایمان ان اصولوں پر چلنے لگیں تو ان کے درمیان کبھی جھگڑے اور فتنہ و فساد برپا نہیں ہوں گے۔ پہلا اصول یہ ہے کہ کسی بھی مسلمان کے حوالے سے بُرا گمان قائم کرنا خلافِ شرع ہے۔ ہمیشہ دوسروں کے متعلق اچھا گمان رکھنا چاہیے، ہو سکتا ہے جسے ہم بُرا سمجھ رہے ہوں، وہی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں محبوب ہو۔ حدیث پاک کے پہلے حکم میں ذہن کی صفائی پر زور دیا گیا ہے کہ مسلمان کے بارے میں اپنا ذہن صاف رکھو۔ بُرے گمان کی مذمت بھی بڑے سخت الفاظ میں ہوئی ہے کہ بُرا خیال جھوٹی باتوں میں بڑا جھوٹ ہے۔ کسی دوسرے مسلمان کا بلا وجہ تعاقب کرنا یا دوسروں کی بلا وجہ جاسوسی کرنے کو سختی سے منع کر دیا گیا۔ اسی طرح کسی سے خواہ مخواہ بغض، کینہ اور عداوت و دشمنی نہیں رکھنی چاہیے بلکہ مسلمانوں کو سب کے ساتھ محبت و شفقت کا برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اگر کسی سے محبت و شفقت کرنی ہے یا کسی سے عداوت و دشمنی کرنی ہے تو اس کے لیے یہ اصول فرمایا گیا ہے کہ کسی سے محبت بھی اللہ کے لیے کرو اور دوسرے پر غصہ بھی اللہ کے لیے کرو یعنی ہر کام اللہ کی رضا کے لیے ہونا چاہیے۔

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس شخص نے اللہ (کی رضا اور خوشنودی) کے لیے (اس کے نیک بندوں سے) محبت کی اور اللہ کے لیے کسی (کافر یا اللہ تعالیٰ کے نافرمان) سے بغض رکھا اور اللہ ہی کے لیے (کسی کو کچھ) عطا کیا اور اللہ ہی کے لیے (کسی کو برائی اور گناہ وغیرہ سے) روکا تو پس اس نے اپنا ایمان مکمل کر لیا۔'' (مشکوٰۃ المصابیح)

اس حدیث میں تکمیل ایمان اور اخوت اسلامی کے چار سنہری اصول بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں: اللہ کے لیے محبت کرنا، اللہ کے لیے بغض رکھنا، اللہ کے لیے عطا کرنا۔ اللہ کے لیے روکنا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس حدیث میں ان چاروں اعمال کو ایمان کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ ایک حقیقی مسلمان صرف اپنے خالق و مالک اللہ وحدہٗ لاشریک سے ہی محبت کرتا ہے اور اگر کسی سے محبت کرتا ہے تو بھی محض اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لیے کرتا ہے۔ اسی طرح اگر کسی (کافر یا اللہ تعالیٰ کے نافرمان اور ظالم و جابر) سے بغض و عناد رکھتا ہے تو وہ بھی اللہ ہی کے لیے، کیونکہ اللہ کے رسول ﷺ نے ہمیں یہی تعلیم دی ہے۔ حدیث کے آخری الفاظ میں حکم دیا گیا ہے: ''اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔'' اس سے معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ کو تمام مسلمانوں کا آپس میں حقیقی بھائیوں جیسا سلوک رکھنا کتنا عزیز اور محبوب ہے۔

اسی حوالے سے ایک حدیث مبارکہ میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ جو لوگ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، قیامت کے دن وہ نورانی چہروں کے ساتھ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے اور انہیں کوئی غم نہیں ہوگا۔ حضرت عمر فاروق ؓ بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بعض بندے ایسے بھی ہیں جو نہ تو نبی ہیں اور نہ شہید لیکن اللہ تعالیٰ کے نزدیک قیامت کے دن ان کا جو درجہ ہوگا اسے دیکھ کر نبی اور شہید اُن کی تحسین کریں گے۔ صحابہ کرام ؓ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ!

ہمیں بتائیں کہ وہ کون لوگ ہوں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو آپس میں محض اللہ تعالیٰ کے واسطے محبت رکھتے ہیں نہ ان کا آپس میں کوئی لین دین ہے اور نہ کوئی رشتہ ہے۔ اللہ کی قسم! ان کے چہرے نورانی ہوں گے اور وہ نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے، جب دوسرے لوگ ڈر رہے ہوں گے تو انہیں کوئی ڈر نہیں ہوگا اور جب دوسرے لوگ غمگین ہوں گے تو انہیں کوئی غم نہیں ہوگا۔" (ابی داؤد)

اخوت اسلامی کے ثمرات اور فوائد

اخوت و بھائی چارہ مسلمانوں کے درمیان وہ عظیم رشتہ ہے جس کی بدولت مسلمان جہاں کہیں بھی بستے ہوں وہ اپنے آپ کو ایک معاشرہ کا حصہ سمجھتے ہیں۔ اخوت سے باہمی اختلافات اور تنازعات کو ختم کیا جاتا ہے۔ اخوت و بھائی چارہ سے مسلمان ایک دوسرے کی مدد اور خدمت کرنے کے لیے کوشاں رہتے ہیں، جس سے معاشرتی زندگی کو استحکام ملتا ہے اور معاشرہ میں ایک اچھی اور عمدہ فضا قائم ہوتی ہے اور نیکیوں کا ماحول پیدا ہو جاتا ہے۔ اخوت و بھائی چارہ سے مسلمانوں میں اتحاد و یک جہتی پیدا ہوتی ہے، جس سے مسلمانوں کی قوت میں بے پناہ اضافہ ہوتا ہے اور مسلمانوں کی یہ قوت دیکھ کر کفار کے دلوں پر رعب و دہشت طاری ہو جاتی ہے۔ اخوت و بھائی چارہ کی بنیاد پر جب ایک مسلمان دوسرے مسلمان کی مالی مدد کرتا ہے تو اسلامی معاشرے میں مالی استحکام پیدا ہوتا ہے اور معاشرے میں امن و سکون اور جذبہ ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔ اخوت و بھائی چارے کی فضا میں معاشرے کے سب افراد ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں۔ دوسروں کا دکھ درد محسوس کرتے ہیں۔ مصیبت و آزمائش کے موقع پر ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ غم و خوشی میں ایک دوسرے کا ساتھ دیتے ہیں۔

❁❁❁

آج ارض فلسطین لہولہو ہے۔ فلسطین کی سرزمین پہلی بار خون سے رنگین نہیں ہوئی۔ گزشتہ پندرہ سال میں فلسطینیوں کو چار بار جنگی حالات سے دو چار کیا گیا ہے۔ اسرائیل عالمی قوانین کی دھجیاں اڑاتے ہوئے مسلسل فلسطینیوں کی نسل کشی میں مصروف ہے۔ معصوم فلسطینیوں پر اسرائیلی جارحیت پر اقوام عالم اور خاص طور پر 2 ارب سے زائد آبادی رکھنے والے 57 اسلامی ممالک خاص طور پر عرب ممالک کی خاموشی نہ صرف انتہائی تشویش کا باعث ہے بلکہ سب کے منہ پر زوردار طمانچہ ہے۔ بقول رئیس امروہوی۔

عرب کو تھا جس اپنی عظمت پہ ناز
وہ عظمت دھری کی دھری رہ گئی
ہوا غرق پٹرول میں جوش جہاد
حیا تیل کی دھار میں بہہ گئی

اسرائیل مسلمانوں کی بھیجی گئی امداد غزہ میں جانے نہیں دے رہا اور اسرائیل کے لیے امریکی امداد مسلم ممالک سے گزر کر جاتی ہے کیونکہ مسلمان ممالک کے حکمرانوں میں غیرت نام کی چیز نہیں۔ کیا بحیثیت مسلمان فلسطین کے مرد ہمارے بھائی نہیں، اُن کی عورتیں ہماری بہنیں نہیں اور ان کے بچے ہمارے بچے نہیں۔ یا تو ہم مسلمان ہونے کا دعویٰ چھوڑ دیں یا پھر فلسطینیوں کو اپنے بدن کا حصہ سمجھ کر اُن کے شانہ بشانہ کھڑے ہو کر اسرائیل کو منہ توڑ جواب دیں۔ یہی اسلامی اخوت ہے اور یہی ہمارا فلسطینیوں سے رشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہماری دینی غیرت اور حمیت کو بیدار کرے۔ آمین یارب العالمین! ❁❁❁

دعائے صحت کی اپیل

☆ صدر انجمن خدام القرآن ملتان ڈاکٹر محمد طاہر خاکوانی بیمار ہیں۔

☆ تنظیم اسلامی ملتان غربی کے ملتزم رفیق جناب ناصر سلطان کو دل کا اٹیک ہوا ہے۔

برائے بیمار پرسی: 0322-6136004

اللہ تعالیٰ بیماروں کو شفائے کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔ قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی ان کے لیے دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَذْهِبِ الْبَاْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ
اَنْتَ الشَّافِيْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاؤُكَ شِفَاءً
لَا يُغَادِرُ سَقَمًا

❁❁❁

دعوت رجوع الی القرآن کا نقیب — علوم وحکم قرآنی کا ترجمان

سہ ماہی حکمت قرآن (لاہور)

تازہ شمارہ اکتوبر تا دسمبر 2023ء

ڈاکٹر اسرار احمدؒ — ماد: ڈاکٹر محمد رفیع الدین

اس شمارے میں

☆ اسلام اور کفر: اسلام کا غلبہ؟ ——— ڈاکٹر ابصار احمد
☆ لطائفِ تعوّذ ——— امام فخر الدین الرازیؒ
☆ مِلاكُ التأويل (۳۴) ——— ابوجعفر احمد بن ابراہیم الغرناطی
☆ ٹیکنالوجی نے ہمیں کیسے تبدیل کیا؟ ——— ڈاکٹر محمد رشید ارشد
☆ مباحثِ عقیدہ (۱۵) ——— مؤمن محمود
☆ سائنسی علوم کی ایک مثالی اسلامی یونیورسٹی کی ضرورت ——— ڈاکٹر محمد رفیع الدین

افاداتِ حافظ احمد یارؒ "ترجمہ قرآن مجید مع صرفی ونحوی تشریح" زیر محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا دورۂ ترجمہ قرآن بزبانِ انگریزی Message of The Quran تسلسل کے ساتھ شائع ہو رہا ہے

☆ صفحات: 96 ☆ قیمت فی شمارہ: 100 روپے ☆ سالانہ زرتعاون: 400 روپے

مکتبہ خدام القرآن لاہور
K-36، ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 042-35869501-3

حقیقت فتنۂ دجال

جدید تحقیق......قسط (6)

محمد رفیق چودھری

یہاں Realm of Supernatural کے حوالے سے پہلا فریب (دجل) یہ دیا گیا کہ یہ وہ دائرہ ہے where heaven and the earth intermingle (جہاں ''آسمان اور زمین'' آپس میں تخلیط کرتے ہیں)۔ intermingle کا مطلب ہم سب جانتے ہیں: دو چیزوں کا آپس میں مکس ہو جانا، گھل مل جانا، ایک دوسرے میں حل ہو جانا، آمیزش، حلول، اختلاط، انضمام، ادغام، باہم شریک اور مرکب ہو جانا وغیرہ۔ ان معنوں میں تو زمین اور آسمان کسی جگہ بھی آپس میں اختلاط، انضمام یا ادغام نہیں کرتے، یہ بات ہم سب جانتے ہیں، تو پھر اس کا کیا مطلب ہے؟ اپنے تئیں یہ بہت گہری فلسفیانہ بات کی گئی ہے جس کی تمام تر گہرائی لفظ Heaven میں پوشیدہ ہے۔ چنانچہ اس باطل دجالی فلسفہ سے پردہ اُٹھانے کے لیے ہمیں Heaven کی مغربی اصطلاح کو دیکھنا ہوگا۔ کیمبرج ڈکشنری میں Heaven کے معنی آپ دیکھ سکتے ہیں:

"The place where God or the gods live or where good people are believed to go after they die, sometimes thought to be in the sky."

''وہ جگہ جہاں خدا یا بہت سارے خدا (دیوی دیوتا) رہتے ہیں یا نیک لوگ جس مقام کے بارے میں یقین رکھتے ہیں کہ مرنے کے بعد وہ وہاں جائیں گے، کبھی کبھی سوچا جاتا ہے کہ وہ مقام آسمان میں ہے۔''

کیمبرج یونیورسٹی جیسے عالمی شہرت یافتہ تعلیمی ادارے جو دنیا بھر میں تعلیم کا مرکز ومحور مانے جاتے ہیں کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اس کائنات کو بنانے والا رب ایک ہی اللہ ہے؟ لیکن جیسا کہ ہم نے شروع میں لکھا کہ آج دنیا بھر میں میڈیا اور تعلیمی ذرائع دجالی دین کو عالمی دین کے طور پر پروموٹ کر رہے ہیں۔ لہٰذا کیمبرج یونیورسٹی ہو، کوئی بھی تعلیمی ادارہ یا کوئی بھی میڈیا جو ورلڈ آرڈر سے متاثر ہے، وہاں ڈھٹائی کے ساتھ کفر اور شرک پر مبنی gods (دیوی دیوتاؤں) کے جعلی اور تصوراتی دین کی تبلیغ کی جارہی ہے جو کہ حقیقت میں دجالی دین ہے اور انہی باطل تصورات کی بنیاد پر دجال کو بھی مسیحا، نجات دہندہ، سپر نیچرل اور خدا باور کرایا جارہا ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ کیمبرج ڈکشنری میں gods سے کیا مراد ہے:

"A spirit or being believed to control some part of the universe or life and often worshipped for doing so, or something that represents this spirit or being."

''ایک روح یا (ایسا وجود جس کے متعلق) یقین کیا جا رہا ہے کہ وہ کائنات یا زندگی کے کسی حصے کو کنٹرول کرتا ہے اور اکثر ایسا کرنے کے لیے پوجا جاتا ہے، یا کوئی ایسی چیز جو اس روح یا وجود کی نمائندگی کرتی ہے (جیسا کہ بت، مجسمہ یا کوئی علامت وغیرہ)۔

اس تعریف کے بعد کیمبرج ڈکشنری یونان اور ہندوستان کے دیوی دیوتاؤں کو مثال کے طور پر پیش کرتی ہے۔ یہاں ہمیں معلوم ہوگیا کہ دجالی دین میں gods سے مراد کچھ روحیں اور دیگر چیزیں ہیں جو ان کے مطابق heaven میں ہیں۔ heaven کی اسی تعریف کو امریکہ کی معروف آن لائن ڈکشنری dictrionary.com ایک اور انداز سے پیش کرتی ہے:

"The abode of God, the angels, and the spirits of the righteous after death; the place or state of existence of the blessed after the mortal life."

قارئین! گزشتہ اقساط میں ہم پڑھ چکے ہیں کہ دجالی دین میں فرشتوں اور روحوں کو بھی سپر نیچرل قرار دیا جارہا ہے۔ یہ سب سے پہلا دھوکہ ہے جو فتنہ دجال میں لوگوں کو دیا جاتا ہے، اس کے بعد ہی ہر دجالی فتنے کا در کھلتا ہے جس کی تفصیل اب قارئین کے سامنے آئے گی، ان شاء اللہ۔

یہاں ہمیں معلوم ہوگیا کہ مغربی اصطلاح کے مطابق heaven سے مراد خدا، فرشتوں اور روحوں کا گھر ہے۔ دی گارڈین کہتا ہے کہ ''ریلم آف سپر نیچرل'' وہ دائرہ ہے جہاں heaven اور earth آپس میں اختلاط یا انضمام کرتے ہیں۔ اب خدا، فرشتے اور روحیں کیسے زمین سے اختلاط یا انضمام کر سکتے ہیں اور کیونکر؟ اصل میں یہ دجالی مذہب کا ایک فلسفیانہ استعارہ ہے۔ اس میں جس طرح heaven سے مراد خدا، فرشتے اور روحیں (دجالیت میں gods) ہیں، اسی طرح earth سے مراد یہاں انسان ہیں۔ دجالیت کا دعویٰ ہے کہ یہ آپس میں intermingle ہوتے ہیں۔ اس دجالی فلسفہ کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ دجالی دین سے ہی پیش کی گئی کسی مثال کا جائزہ لیا جائے۔ اس موضوع پر سینکڑوں کتب لکھی جا چکی ہیں کہ دجالی دین کی بنیاد بابل اور مصر کی قدیم بت پرستی پر رکھی گئی ہے۔ مثلاً الیگزنڈر ہسلوپ اپنی کتاب "The Two Babylons" میں صفحہ 43 پر لکھتا ہے:

"It is admitted that the secret system of Free Masonry was originally founded on the Mysteries of the Egyptian Isis, the goddess-mother, or wife of Osiris."

''یہ تسلیم کیا جاتا ہے کہ فری میسنری کا خفیہ نظام اصل میں مصری آئسس، دیوی ماں، یا اوسیرس کی بیوی کے اسرار پر قائم کیا گیا تھا۔''

قدیم مصری تہذیب کے اکثر و بیشتر عقائد و نظریات، مذہبی اور سماجی قوانین واقدار، رسوم وروایات، تہوار وتصورات اس تہذیب کے ایک مرکزی افسانے سے جڑے ہوئے ہیں۔ اوسیرس اور آئسس جس کے مرکزی کردار ہیں۔ اس افسانے میں مصر (باقی صفحہ 16 پر)

وہ کافر مسلماں ہو گیا......

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

7 ہفتے پوری دنیا کی نگاہیں غزہ پر مرتکز رہیں۔ 7 اکتوبر کا غیر متوقع غیر معمولی اسرائیل پر حماس کا حملہ 'طوفان الاقصیٰ' دنیا کے لیے ایک حیرت کدے میں داخل ہوجانے کا دن ثابت ہوا۔ ایک بہت بڑی عسکری ایٹمی قوت پر کمترین وسائل سے حملہ اور پھر اس کے جواب میں غزہ کے شہریوں سے بدلہ چکانے کی لامتنہا اسرائیلی خونچکاں مہم! تاہم نہایت غیر معمولی صبر و استقامت کا مظاہرہ اہلِ غزہ کے مردوں، عورتوں، بوڑھوں بچوں کا ایسا تھا جس نے پوری دنیا میں زلزلہ برپا کردیا۔ درحقیقت غزہ نے دنیا کو ایک مزید نیا 'ورلڈ آرڈر' دے دیا! پہلی مرتبہ میڈیا پر 75 سالہ ظلم وقہر کی تاریخ پس منظر میں چلتی رہی اور اسکرین پر اس ظلم کے جیتے جاگتے مناظر رواں تھے! ان خونیں مناظر میں سے ایک جو حماس نے دنیا کو دکھایا: اسرائیلی حملے، بمباریوں کا نشانہ بنے پھول سے بچے، معصوم چہروں پر راکھ، خون کی بہتی دھاریں، لرزاں بدن، اعضاء سے محرومی۔ ایک نرس 4 جاں بحق شیر خواروں کو کمبل میں لپیٹتی۔ ایسی بے حد وحساب ویڈیو کلپس، ٹک ٹاک، ایکس پر ایک طوفان اٹھ گیا۔ وہ نعرہ جو اسرائیل کو آگ بگولا کردیتا رہا۔ جواب گولی سے ملتا تھا، پوری دنیا میں ہر زبان میں یہ نعرہ دہرایا گیا۔ 'دریا سے سمندر تک، فلسطین آزاد ہوگا!'

دوسرا مقبول ترین نعرہ: ہم ہزاروں میں ہیں، ہم لاکھوں میں ہیں! ہم سب فلسطینی ہیں! یہ ایک نئی دنیا ابھر رہی تھی، جسے ہر روز تشکر سے ڈبڈبائی آنکھیں دنیا بھر کے باضمیر، زندہ، متحرک انسانوں کو لاکھوں کی تعداد میں دیکھتی رہیں۔ کہاں وہ خوفناک دن تھے جب اسی یورپ میں ہر ملک نے شانِ رسالتؐ میں گستاخی کی تھی۔ حتیٰ کہ چارلی ایبڈو پر حملے کے بعد، مغربی دنیا کے بڑے بڑے لیڈروں نے جلوس نکالا اور کہا: 'ہم سب چارلی ہیں!' آج چارلی، فلسطینی ہوگئے! اللہ اکبر کبیرا! فلسطینیوں کے غم کا مداوا کرنے پوری دنیا اٹھ کھڑی ہوئی! کچھ اصطلاحیں ہر زبان پر اسرائیل کے لیے رواں ہوگئیں۔ جنگی جرائم کا مرتکب، نسلی صفایا کرنے پر کمربستہ، قتلِ عام کا مجرم! (ہولو کاسٹ، Anti-Semitism بھول گئے!) فلسطین کی سرزمین سے اس کے مالکان کو جبراً بے دخل کرکے یہودی لا آباد کرنے کے صریح ظلم پر پوری دنیا بلالحاظِ مذہب، رنگ، زبان، نسل چلّا اٹھی۔ (اب 80 فیصد غزہ کی آبادی بے گھر ہوچکی۔) 59 ممالک کی قیادت، حکمران سیاست دان (الا ماشاء اللہ) منہ موڑے، منہ چھپائے بیٹھے رہے یا شقاوتِ قلبی کی انتہا پر بہتے خون کی ندیوں پر رقص وسرود کی محافل رچاتے رہے، اسرائیل پاگل بھینسے کی طرح حیوانیت کی بھی ساری حدیں پار کرتے کو زنجیر کس نے ڈالی؟ مغربی دنیا کی یونیورسٹیوں کے طلبہ کی مہمات نے! آئرلینڈ، جنوبی افریقہ جیسے ممالک کی قیادت، ارکانِ پارلیمنٹ اور عوام الناس کے دباؤ نے! رائے عامہ کا دباؤ پہلی مرتبہ اتنا مؤثر ثابت ہوا کہ اسرائیل کو ہتھیار ڈالتے ہی بنی! اندازہ کیجیے کہ اسپین جیسا ملک پھٹ پڑا۔

غزہ کی صبر وضبط بھری مظلومیت نے دنیا بھر کی لق ودق صحرا جیسی خشک آنکھیں جل تھل کردیں۔ اتنا برسا ٹوٹ کے بادل ڈوب چلا میخانہ بھی! اشکِ ندامت سے مغربی میخانے غرقاب ہوگئے! اسپین کے وزیراعظم (جو اس وقت یورپی یونین کے بھی صدر ہیں) بلجیم کا وزیراعظم ہمراہ لیے مصر پہنچے۔ رفح کراسنگ پر اسپینی وزیراعظم نے پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے غزہ کے لیے مستقل حل کی ضرورت پر زور دیا۔ جدید دنیا میں غزہ کو بدترین انسانی تباہی سے دوچار قرار دیا۔ عالمی برادری کو متوجہ کیا کہ فلسطینی ریاست کو باضابطہ سفارتی طور پر تسلیم کرنا ضروری ہے۔ کہا کہ: یورپی یونین اگر رضامند نہ ہوئی تو ممکن ہے ہم اسے تسلیم کرلیں! بلجیم کے وزیراعظم نے اسرائیل کو غزہ کے شہریوں کا قتل روکنے اور مستقل جنگ بندی پر زور دیا اور کہا کہ ہم مزید وقت ضائع نہیں کرسکتے، ہمیں مدد کے لیے کھڑے ہونا ہوگا۔ اس پر اسرائیل شدید سیخ پا ہوا۔ دونوں ممالک کے سفیر طلب کرکے ان کے وزرائے اعظم کی تقاریر کو دہشت گردی کی پشت پناہی قرار دیا۔ اسپین نے جواباً اسرائیلی سفیر بلاکر اس اعتراض کو رد کرتے ہوئے کہا کہ شہریوں کا اندھا دھند قتل سراسر ناقابل قبول ہے۔ اسرائیل اپنے فرائض پہچانے اور بین الاقوامی قوانین کی پاسداری کرے۔ غزہ جس تباہی وبربادی سے گزر رہا ہے مستقل جنگ بندی لازم ہے۔ عالمی برادری اور یورپی یونین سے فلسطینی ریاست کو تسلیم کرنے کا مطالبہ کردیا! حماس نے اسپین کے موقف کو سراہتے ہوئے اظہارِ تشکر کیا۔

دو دن کی جنگ بندی کے بعد ہمیں یہ فکر کھائے جا رہی تھی کہ کیا اسرائیل اپنی دھمکیوں کے مطابق مدت پوری ہوتے ہی بمباری شروع کردے گا؟ لاشعور کے اس خوف کی تسکین کا ایک سامان تو دعاؤں، قنوتِ نازلہ میں ہے، مگر توکل کے ساتھ اونٹ کی رسی باندھنے کے لیے عجب تھا کہ راقمہ کی نظر نہ او آئی سی، نہ ایٹمی پاکستان نہ قبلۂ اوّل کے دفاع کے فطری ذمہ دار سعودی عرب کی طرف اٹھی! پاکستان نے تو قومی ٹی ٹوئنٹی ٹورنامنٹ پر فلسطینی جھنڈے کا صرف اسٹکر لگانے پر اعظم خان کو بھاری جرمانہ کردیا! ہم نے فوراً یہ ڈھونڈا کہ فلسطین پر ڈیڑھ ماہ سے کمربستہ مغربی عوام اور طلبہ گھروں کو لوٹ تو نہیں گئے! سبحان اللہ! کیا مناظر تھے۔ کینیڈین پارلیمنٹ کے سامنے ہزاروں مظاہرین فلسطینی جھنڈا لہراتے مستقل جنگ بندی کا مطالبہ فلک شگاف نعروں سے کر رہے تھے! مسلم ممالک میں سے اُردن نے آنکھیں ٹھنڈی کیں۔ جہاں ابوعبیدہ (حماس کی آواز!) نے اردنیوں کو نکلنے کی پکار دی تھی، پھر اردن کی سڑکوں پر سر ہی سر تھے۔ 'پورا اُردن تمہارے ساتھ ہے۔ ابوعبیدہ ہم تمہاری پکار کا جواب دے رہے ہیں۔ اے دشمن! ہم تمہاری طرف بڑھ رہے ہیں۔' والہانہ پن سے غزہ، حماس سے اظہارِ یکجہتی کا ولولہ انگیز منظر تھا۔

ادھر برطانیہ میں 17 مقامات پر اور دنیا بھر میں 15 مقامات پر غزہ، فلسطین کے لیے مستقل حل پر زور دیتے، مستقل جنگ بندی کے مطالبے جاری تھے۔ ڈاکٹر تو ہمارے ہاں مسلم دنیا میں بھی ہیں، مگر لندن میں بار بار غزہ کے ہسپتالوں، ان کے ڈاکٹروں اور طبی عملے سے اظہارِ یکجہتی کے لیے مظاہرے جاری رہے۔ لندن میں سینکڑوں طبی ماہرین ان شہداء کے ناموں کے کارڈ لیے سڑکوں پر موجود تھے! شرق تا غرب اس فضا سے پریشان ہوکر سابق چیف اسرائیلی موساد نے اس خدشے کا اظہار کیا کہ بڑھتا ہوا عالمی دباؤ کہیں مکمل جنگ بندی پر مجبور نہ کردے۔

بقیہ: حقیقت فتنہ دجال

کے ایک فرعون اوسیرس کو اس کے بھائی سیتھ نے مارا تھا، جو اوسیرس کا تخت چاہتا تھا۔ اوسیرس کی بیوی آئسس، اوسیرس کی لاش ڈھونڈتی ہے اور اسے سرکنڈوں میں چھپا دیتی ہے جہاں سیتھ اسے دوبارہ ڈھونڈ لیتا ہے اور لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر کے دور دور پھنکوا دیتا ہے۔ آئسس دوبارہ ان ٹکڑوں کو اکٹھا کرتی ہے، انہیں جوڑتی ہے اور پھر جادو کی مدد سے اوسیرس کو زندہ کر دیتی ہے (اس غلیظ اور فحش جادوگری کی حقیقت آگے چل کر قارئین کے سامنے آجائے گی)۔ بہر حال قدیم مصری افسانے میں اوسیرس کے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد آئسس اس سے حاملہ ہو جاتی ہے جس کے نتیجہ میں ہورس پیدا ہوتا ہے۔ یہ وہی ہورس ہے جس کے ساتھ ''دجال کی ایک آنکھ'' منسوب ہے۔ جسے "Eye of Horus" بھی کہا جاتا ہے۔ اکثر دجالیت کی علامات میں اہرام مصر کے اوپر ایک آنکھ دکھائی دیتی ہے جس کے پس منظر میں سورج کا ہالہ بھی دکھائی دیتا ہے۔ ہمارے ہاں اسے عام طور پر دجال کی ایک آنکھ کہا جاتا ہے۔ اس حقیقت میں کتنی سچائی ہے اور ہورس یا اوسیرس کا دجال کے ساتھ کیا تعلق ہے، اس پر بھی ہم آگے چل کر روشنی ڈالیں گے۔ یہاں ہمارا موضوع اس دجالی فلسفے کی حقیقت سے پردہ اُٹھانا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ریلم آف سپر نیچرل وہ دائرہ ہے جہاں آسمان اور زمین (خدا اور انسان) intermingle کرتے ہیں۔

(جاری ہے)

گوشۂ انسدادِ سود

(گزشتہ سے پیوستہ)

ان کا دوسرا موقف یہ تھا کہ ہم یہ نہیں کہتے کہ ربا حلال ہے بلکہ بالفرض ہم مان بھی لیں کہ ربا حرام ہے البتہ جہاں تک بینک انٹرسٹ کا تعلق ہے تو اس حوالے سے ماضی کے عدالتی فیصلوں میں عدالت نے خود ہی اسلامک فنانس کو 'متعارف' کروایا ہے۔ اس بنیاد پر ہم نے اسلامک فنانس کو پروموٹ کرنے کے لیے بڑی محنت اور کوشش کی ہے۔ اس کے لیے ڈیپارٹمنٹس بن رہے ہیں، اسلامک فنانس کے لیے breathing space کو ہم بڑھا رہے ہیں جس کی وجہ سے ہر بنک اپنی اسلامک windows اوپن کر رہا ہے اور بہت سے اسلامک بنکس کو اپنے activities کے لیے لائسنس بھی دیے ہیں اور ہم پورے عالم اسلام میں اس مسئلے میں stand out کرتے ہیں، کسی جگہ اتنا کام نہیں ہوا جتنا ہم نے کیا۔ یہ سب آپ کے ہی کہنے پر ہوا ورنہ اسلامک فنانس کی ضرورت کیا تھی۔ لہٰذا یہ بات کہنا بند کر دیں کہ بنک انٹرسٹ ربا ہے۔

جہاں تک jurisdiction کا معاملہ ہے تو اس پر جو دلائل سلمان اکرم راجہ نے دیے تھے انہی دلائل کی بنیاد پر اٹارنی جنرل کی طرف سے submission میں ایک تحریر آ گئی تھی لیکن اس پر اٹارنی جنرل کے سائن نہیں تھے، کسی ڈپٹی کے سائن تھے۔ تنظیم اسلامی نے اپنی طرف سے اس کا بھی جواب submit کر دیا اور کہا کہ ان پوائنٹس کی بنیاد پر ان کے آرگومنٹ میں یہ کمزوریاں ہیں اور ان کے آرگومنٹس Valid نہیں ہیں۔ اسی دوران 2020ء میں اسی بینچ نے سات سوالات پر مبنی ایک نیا سوال نامہ بینکوں اور وزارت قانون اور دیگر سرکاری اداروں کو بھیجا ہے۔ اس سوال نامہ میں پوچھا گیا کہ حکومت نے اب تک اسلامی بینکاری میں کتنی پیش رفت کی ہے دوسرا یہ کہ اس کا ٹائم فریم کیا ہونا چاہیے کہ مکمل ٹرانسفارمیشن کی سٹیج کا ہم اندازہ کر سکیں اور پھر پتا چلے کہ اتنے سالوں سے اسلامک بینکنگ پر جو کام ہو رہا ہے اس کا نتیجہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ سرکاری اداروں سے یہ بھی کہا گیا کہ دوسرے اسلامی ممالک کی رپورٹ بھی عدالت کو دیں کہ انہوں نے اسلامک بینکاری کی طرف کتنی پیش رفت کی ہے۔ اس سوالنامہ کا جواب بار بار سماعت کے سیشنز کے باوجود جمع نہیں کرایا گیا۔ کبھی اٹارنی جنرل کی طرف سے جواب آ جاتا کہ ہم اس پر ابھی کام کر رہے ہیں اور کبھی بینکوں کی طرف سے بات آتی کہ ہم ابھی رپورٹ بنا رہے ہیں۔ اس طرح اس معاملے کو التوا میں ڈالنے کی کوشش کی گئی۔

بحوالہ: اداریہ ندائے خلافت، شمارہ نمبر: 13،07 تا 19 رجب المرجب 1443ھ/ 15 تا 21 فروری 2022ء

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 587 دن گزر چکے!

اسپین بلجیم نے جو کچھ کہا اسے موساد چیف نے ناقابلِ یقین قرار دیا! کمال تو یہ ہے کہ دنیا میں اسرائیل کے خلاف سب سے زیادہ تہلکہ امریکا کی آئی وی لیگ، نامور ترین یونیورسٹیوں کے طلبہ نے مچایا ہے۔ فلسطینیوں کے لیے تقاریر، نعروں، شدتِ جذبات کا اظہار ناقابلِ یقین، حیران کن رہا۔ یہ وہ یونیورسٹیاں ہیں جو دنیا بھر کے ممالک کو ماہرین تعلیم، ہر شعبے کے ماہرین کے علاوہ اعلیٰ ترین مناصب اور سرکاری عہدیدار فراہم کرتی ہیں۔ ہارورڈ، ایم آئی ٹی، کورنیل، ییل، اسٹین فورڈ، کولمبیا جیسے نامور تعلیمی مراکز میں طلبہ، اساتذہ نے تمام تر توتیں صلاحیتیں غزہ پر مرتکز کر دیں۔ حکومتوں، انتظامیہ، ملازمتیں دینے والی کمپنیوں تک کی دھمکیوں کو خاطر میں نہ لائے۔

پورا امریکا، بڑی بڑی ریاستوں میں فلسطینی جھنڈے اور 'فلسطین کو آزاد کرو' دیکھنے سننے پر مجبور تھا! نیویارک میں ہر سال منائے جانے والے تہوار یوم تشکرانہ کی پریڈ پر مظاہرین غم وغصے سے ٹوٹ پڑے۔ 'ہمارے پاس خوشیاں منانے کا کوئی وقت/ موقع نہیں جب ہزاروں بچے بمباریوں سے مارے جا رہے ہوں، ملبے تلے دبے پڑے ہوں۔' نوجوان چلا رہا تھا اور پولیس پکڑ کر لے جا رہی تھی۔ امریکی! مگر ایسا رنج وغم گویا اس کے بھانجے بھتیجے مار دیے ہوں! ہم سعودی عرب سے پیسہ لے کر عین وہی ماحول اپنے ہاں پیدا کرنے کی کوشش میں ہیں جو غزہ پر قیامت کے دوران وہاں برپا رہا! شاید ہم نے طے کر رکھا ہے کہ جتنے دن غزہ اجاڑا جاتا رہے گا ہم ناچ گانے میں قوم کو مصروف رکھیں گے۔ اب 25 نومبر سے 10 روزہ لوک ورثہ اور جشن بہاراں میوزک فیسٹیول اسلام آباد میں غزہ کے شہید بچوں کے خون کی لالی کی بہار منائے گا! لمز یونیورسٹی کے رقص اور طالبات کی تھرکنے کی ہنرمندی کے بعد اب فاسٹ یونیورسٹی نے یہی سب کر کے دکھایا۔ ڈھٹائی اور قساوتِ قلبی یہ تھی کہ 'انا دی فلسطینی' پر لڑکیوں کا بیہودہ رقص جاری رہا، بون فائر کے نام پر نامور ترین یونیورسٹیوں کی طالبات رقاصائیں بن کر ان حالات میں ملک کا نام روشن کر رہی ہیں۔ ناپاک مجروں کے مقابلے پر وہ گوری ہے جو قرآن کی آیات کا تذکرہ کر کے ہچکیاں لے کر روتی ہے اور خدائے رحیم کی رحمت کو قرآن سے پا کر تکمیلِ ذات کا سفر طے کر رہی ہے۔ اہل غزہ نے دنیا کو اللہ سے، قرآن سے، رقیق القلبی کی دولت اور لذت سے آشنا کر دیا! ہم ہوئے کافر تو وہ کافر مسلماں ہو گیا!

❀❀❀

نصائح لقمان حکیم رحمۃ اللہ علیہ

مرتضیٰ احمد اعوان

(1) اے پسر اللہ کے تقویٰ کو اپنی تجارت بنا بغیر سرمایہ مال کے تجھ کو نفع حاصل ہوگا۔

(2) اے پسر جنازوں پر حاضر ہوا کر اور شادیوں کی محفل میں مت جایا کر کیونکہ جنازے تجھ کو آخرت یاد دلائیں گے اور شادی کی محفلیں تجھ کو دنیا یاد دلائیں گی کہ دنیا ایسی ہوتی ہے۔

(3) اے پسر پیٹ بھر کر نہ کھانا، کتے کے سامنے ڈال دینا زیادہ کھانے سے بہتر ہے۔

(4) اے پسر مرغ کو دیکھ کہ صبح کو اٹھ کر اذان دیتا ہے اور تو بستر پر سویا ہوا ہوتا ہے لہٰذا مرغ سے زیادہ عاجز نہ بن۔ (اشرف المخلوقات ہونے کے ناطے آپ کو جلد اٹھنا چاہیے۔)

(5) اے پسر توبہ میں تاخیر نہ کر کیونکہ موت اچانک آتی ہے خبر کر کے نہیں آتی۔

(6) اے پسر تو مرد جاہل سے دوستی کرنے کی طرف راغب نہ ہو دیکھنے والا یہ سمجھے گا کہ تو بھی اس کے عمل اور طریقہ سے راضی ہے تو تیری وجہ سے لوگ دھوکہ میں پڑیں گے۔

(7) اے پسر اللہ سے ڈرتا رہ اور اس کے تقویٰ کو لازم پکڑ مگر اس طرح رہ کہ لوگوں پر تیرا تقویٰ ظاہر نہ ہو اور لوگ یہ سمجھ کر کہ یہ شخص اللہ سے ڈرتا ہے اس لئے تیرا اکرام کریں اور حالانکہ اندر سے تیرا دل بدکار ہو۔

(8) اے پسر خاموشی کو لازم پکڑ خاموشی پر کبھی تجھ کو ندامت نہ ہوگی کیونکہ اگر تیرا کلام چاندی کا ہے تو تیری خاموشی خالص سونا ہے۔

(9) اے پسر شر سے علیحدہ اور دور رہ ایک شر دوسرے شر کا خلیفہ ہوتا ہے۔

(10) اے پسر شدت غضب سے پرہیز کرنا، شدت غضب دل کو خراب کر دیتا ہے اور شدت غضب سے حکیم کے دل کا نور مٹ جاتا ہے

(11) اے پسر علماء کی مجلس کو لازم پکڑ اور حکما کا کلام سنا کر کیونکہ اللہ تعالیٰ نور حکمت سے مردہ دل کو زندہ کر دیتا ہے جیسا کہ مردہ زمین کو بارش سے زندہ کرتا ہے اور جو جھوٹ بولتا ہے اس کے چہرہ کی رونق جاتی رہتی ہے اور بدخلق آدمی کو غم بہت لاحق ہو جاتا ہے اور پہاڑ سے پتھر لانا آسان ہے بہ نسبت نادان اور بے عقل کے سمجھانے کے۔

(12) اے پسر کسی نادان اور بے عقل کو ایلچی بنا کر نہ بھیج اور اگر تجھ کو کوئی دانا میسر نہ آوے تو خود چلا جا۔

(13) اے پسر کسی کی باندی سے نکاح نہ کرنا کہ اپنی اولاد کو ہمیشہ کی غلامی کے غم میں ڈال دے۔

(14) اے پسر لوگوں پر ایک زمانہ آئے جس میں علم اور حلم والے کی آنکھ ٹھنڈی نہ ہوگی۔

(15) اے پسر وہ مجلس اختیار کر جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہو کیونکہ ان پر جو اللہ کی رحمت آوے گی اس میں سے تو بھی حصہ پائے گا اور اس مجلس میں نہ بیٹھنا جہاں اللہ کا ذکر نہ ہو کیونکہ اگر ان پر کوئی غضب الٰہی آیا تو تو بھی ان کے ساتھ اس میں پس جائے گا۔

(16) اے پسر چاہیے کہ تیرا کھانا صرف متقی اور پرہیزگار لوگ کھائیں برے لوگوں کو اپنا کھانا نہ کھلا۔

(17) اہل علم اور اہل فہم سے مشورہ کر۔

(18) اے پسر دنیا بحر عمیق ہے یعنی بڑا گہرا دریا ہے جس میں بہت سے لوگ غرق ہو گئے پس اگر تو نجات چاہتا ہے تو اللہ کے تقویٰ کو اپنی کشتی بنا اور اس کو ایمان کے سامان سے بھر لے اور اللہ پر توکل اس کا لنگر بنا دے تو امید ہے کہ تو ڈوبنے سے بچ جائے گا۔

(19) اے پسر میں نے بڑے بڑے پتھر اور بڑے بڑے لوہے اٹھائے ہیں مگر برے پڑوسی سے زیادہ کسی کو ثقیل اور بوجھل نہیں پایا۔

(20) اور میں نے بڑی بڑی تلخیاں چکھی ہیں مگر فقیری اور محتاجی سے بڑھ کر کوئی تلخ چیز نہیں دیکھی۔

(21) اے پسر علم اور حکمت نے فقراء اور مساکین کو ملوک اور سلاطین کی جگہ پر بٹھلا دیا۔

(22) اے پسر تو ان لوگوں میں سے نہ ہونا کہ جو اپنی تعریف کے طلب گار رہتے ہیں۔

(23) اے پسر جب علم حاصل کرو تو اس پر عمل کرنے کی بھی پوری کوشش کرو (علم بغیر عمل کے ہیچ ہے)۔

(24) اے پسر علماء اور صلحاء کی صحبت کو لازم پکڑ اور دوزانوں ان کے سامنے بیٹھا کر۔

(25) اے پسر جب کسی سے دوستی کرنا مقصود ہو تو اس کا امتحان کر لو اس کو غضب ناک کرو اور دیکھو کہ وہ اس غصہ کی حالت میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کرتا ہے اگر وہ انصاف کرتا ہے تو وہ دوستی کے لائق ہے ورنہ اس سے پرہیز کرنا۔

(26) اے پسر قرضہ سے بچنا قرضہ دن میں ذلت ہے اور رات میں فکر اور غم ہے۔

(27) اے پسر جب سے تو دنیا میں اترا ہے تو تیری پشت دنیا کی طرف ہے اور منہ تیرا آخرت کی طرف ہے پس جس گھر کی طرف تو جا رہا ہے وہ اس گھر سے کہیں زیادہ قریب ہے جس سے تو دور ہوتا جا رہا ہے۔

(28) اے پسر اپنی زبان کو اللھم اغفرلی کا عادی اور خوگر بنا لے کیونکہ دن رات میں ایک ساعت ایسی آتی ہے جس میں دعا رد نہیں ہوتی۔

(29) اے پسر اللہ تعالیٰ سے امید لگائے رکھ مگر ایسی امید نہ ہو کہ جو تجھے گناہوں پر جری اور دلیر بنا دے اور اللہ سے ڈرتا رہ مگر وہ خوف ایسا نہ ہو کہ جو تجھ کو اللہ کی رحمت سے ناامید بنا دے۔

(تفسیر السراج المنیر ص150، ج3 اور حاشیہ تفسیر الجلالین، ص255 ج2)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان سے نفع دے۔ آمین یارب العالمین

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر بٹ فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 27 سال، تعلیم ایم بی ایس کے لیے دینی مزاج کے حامل، ہم پلہ لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ ذات پات کی کوئی قید نہیں۔ برائے رابطہ: 0323-4891710

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

fresh attitude of devotion to the study of the Qur'an. It is only when they come to cherish true faith and belief with a deep, inward conviction, that the light of the Qur'an will illumine their hearts and their feeling of reverence for the Holy Book will become profound. This academy should educate and train such young scholars who would have fully equipped themselves with both modern knowledge and Qur'anic wisdom, so that they may progress in the academic task before them.

The mass communication of Qur'anic teaching will result most importantly in drawing people's hearts to it. As their faith will strengthen, their minds will come more and more under the spell of the Qur'an and their feelings of reverence and devotion for it will become deeper. Consequently, a large number of intelligent and capable youth will also be attracted to it, and quite possibly some of these seekers of knowledge will devote themselves to Qur'anic studies wholly and solely and make the learning and teaching of the Qur'an the sole aim of their lives. The major function of this academy would be to instruct and train those young people to become ardent workers for the cause of the Islamic renaissance. For this they will require a thorough knowledge of the Arabic language and its grammar and a refined literary taste to appreciate the beauty, force, and eloquence of its expressions. They should acquire a good grounding in the language in which the Qur'an was revealed by a critical study of the works of the renowned traditional writers. They should receive education in other religious studies, especially in tradition *(Hadith)*, Islamic jurisprudence *(Fiqh)* and its principles. Every student who joins this academy should study as elective subjects one or more of the disciplines of social sciences according to his own taste and aptitude. It is only then that some of these scholars who are interested in philosophy and theology, would be competent to level, in the light of the Qur'an, reasoned criticism against contemporary philosophical positions and trends. In this way, they would initiate the new Islamic philosophical theology or *Kalam*. Thus, these students of various subjects in modern social sciences would be able to carry out research on the Qur'an in the sphere of their own choice and present the light and guidance of the Qur'an effectively to others. Thus, they would approach the intellect of modern man making a judicious use of modern terminology and sophisticated methods of logical reasoning. **(Concluded)**

Ref: An excerpt from the English translation of the Book "اسلام کی نشاۃ ثانیہ کرنے کا اصل کام": by Dr Israr Ahmad *(RAA)*; "ISLAMIC RENAISSANCE: The Real Task Ahead" [Translated by Dr. Absar Ahmad]

End Notes:

1 The Prophet's saying reads:

((خَيْرُكُم مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَ عَلَّمَهُ)). [عَنْ عُثْمَانَ رضي الله عنه رواه البخاري]

The best amongst you are those who learn the Qur'an and teach and impart it to others.

A Blueprint for Action

Two things must be implemented immediately in order to launch the above-mentioned academic and Qur'anic research movement.

First, an organization should be established for the mass dissemination and exposition of the Qur'anic message. This organization should work for two objectives. It should strive to revive and revitalize the faith of Muslims in general, to enlighten their minds and chasten their character. It should also provide, through study circles and residential camps, practical training and guidance for the intellectual, moral, and religious enhancement of the people who respond to its call. It should convince those who sincerely aspire for an Islamic renaissance of the supreme importance of the academic movement referred to above. This organization should also earnestly look for such brilliant young scholars who are willing to devote all their lives in the academic task required for them. It is not an easy job to get hold of young and dedicated scholars in this age of exclusive pursuit of worldly gains. The problem of earning one's livelihood has become so acutely difficult today that most young people spend all their energies and potentialities in their professional career development. In our society, generally when a person is able to manage his basic necessities, he usually embarks on the never-ending process of raising his standard of life. But there are always in the world some pious and God-fearing persons. If some sincere and courageous people start this work with single-minded devotion, they are, with the help of God, sure to find many intelligent and capable youths, who will, in accordance with the Prophet's *(SAAW)* tradition[1] make the learning and dissemination of Qur'anic wisdom the sole aim of their lives. The real need for the execution of a momentous task is always a strong inner urge for action which follows a particular emotion or idea. Once we have this inner urge, new possibilities or chances of success come up unexpectedly and the obstacles and the difficulties envisaged are overcome. What needs to be done is to propagate with missionary zeal the necessity of the Islamic renaissance and revival. And if this is undertaken in the right earnest, there is no reason why this movement should not attract devoted and persevering workers for its noble ideals.

Secondly, a Qur'anic research academy should be established so that it may start a popular movement for learning and teaching the Qur'an among Muslims themselves, so that they may develop a

Vol: 32 | Regd. No. C.P.L NO.114 | No.46

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore